October
2015

ذی الحجہ
۱۴۳۶ھ

مدیر اعلیٰ
(مولانا) محمد سبحان رضا خاں "سبحانی میاں"

وہابیت امن عالم کے لئے عظیم خطرہ

آج اسلامی ممالک میں اسلام کے نام پر نام نہاد جہاد کرنے والے دہشت گردوں کی دہشت گردانہ کاروائیاں اپنے نقطۂ عروج پر پہنچ چکی ہیں۔ جہاں سے نہ انہیں کوئی انسان دکھائی دیتا ہے اور نہ ہی کوئی مسلمان، نہ ان کے نزدیک کسی بزرگ کی تڑپ کی کوئی حیثیت ہے اور نہ ہی اسلام کی کی عفت مآب خواتین کی آہوں کی، نہ ہی انہیں کمسن بچوں کی موہنی صورتوں کی پرواہ ہے اور نہ معذوروں کے درد کی فکر۔ انہیں صرف سفا کانہ اور بہیمانہ قتل و غارت گری کا بازار گرم کرنا ہے جو وہ کر رہے ہیں۔

سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کئی دہائی پہلے وہابیت کے جس فتنہ سے امت مسلمہ کو آگاہ کیا تھا آج وہ فتنہ دہشت گردی کی صورت میں امن عالم کے لیے عظیم خطرہ بن چکا ہے۔ اگر کل لوگوں نے اجتماعی طور پر سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باتوں اور ان کی ہدایات وتعلیمات پر عمل کر کے کلی طور پر اس وہابیت کا بائیکاٹ کر دیا ہوتا تو آج امت مسلمہ کو یہ دن دیکھنا نہ پڑتا۔ مسلمانوں کے خون سے کسی کو ہولی کھیلنے کا موقع نہ ملتا۔ اسلام دشمن طاقتوں کو اپنے منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے وہابیوں، سلفیوں اور دہشت گردوں کی صورت میں یہ رنگروٹ نہ ملتے۔ یہودیوں اور عیسائیوں کو بڑے پیمانے پر مسلمانوں کے مذہب کو تبدیل کرنے کا موقع نہ ملتا۔ وہابی دہشت گردی کی تباہ کن اور سفا کانہ کاروائیوں پر مشتمل فوٹو دیکھ کر کسی مسلم خاتون کو یہ نہ کہنا پڑتا کہ "اگر یہی اسلام ہے تو میں کافر ہوں" (معاذ اللہ)

ابھی بھی وقت ہے کہ امت مسلمہ اجتماعی طور پر وہابیت، سلفیت، وہابی ازم کے پیروکار وہابی دہشت گرد تنظیموں اور جماعتوں کا مکمل طور پر بائیکاٹ کرے۔ ان کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، ان کی عیادت کو جانا، ان کی تعزیت کرنا، ان کی نماز جنازہ پڑھنا اور ان سے رشتہ و ناطہ جوڑنا سخت ممنوع قرار دیا جائے۔ ان کو اپنے سے دور رکھا جائے اور ان سے خود بھی دور رہا جائے۔ نہ تو انہیں اپنی مسجدوں میں آنے دیا جائے اور نہ اپنے نوجوانوں کو ان کی مسجدوں میں جانے دیا جائے۔ مسلم نوجوانوں کو ان کے دام تزویر میں پھنسنے سے بچایا جائے۔ یہی پیغمبر اسلام کا پیغام ہے اور یہی اسلام کی صحیح تعلیم ہے۔

فقیر قادری محمد سبحان رضا "سبحانی" غفرلہ
خانقاہ عالیہ رضویہ رضا نگر سوداگران بریلی شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: امام اہلسنت، مجدد دین وملت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ العزیز

ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

بفیض روحانی
حجۃ الاسلام حضرت علامہ شاہ
محمد حامد رضا قادری
علیہ الرحمہ

بانی رسالہ
مفسر اعظم حضرت علامہ
محمد ابراہیم رضا قادری
"جیلانی میاں" علیہ الرحمہ

سرپرست روحانی
احسن العلماء حضرت علامہ
سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں
علیہ الرحمہ
مارہرہ شریف

بفیض کرم
مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ
محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری
علیہ الرحمہ

زیر سایہ کرم
ریحان ملت حضرت علامہ شاہ
محمد ریحان رضا نوری قادری
علیہ الرحمہ

جلد نمبر ۵۵ شمارہ نمبر 10

ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ
اکتوبر ۲۰۱۵ء
October 2015

مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت، شہزادۂ ریحان ملت، حضرت مولانا الحاج الشاہ
محمد سبحان رضا قادری "سبحانی میاں" مدظلہ العالی
سجادہ نشین خانقاہ رضویہ بریلی شریف

نائب مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا الحاج
محمد احسن رضا قادری مدظلہ العالی
ولی عہد و نائب سجادہ خانقاہ رضویہ بریلی شریف

کلام الامام - امام الکلام

عارض شمس و قمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں
عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوشتر ایڑیاں

جا بجا پرتو فگن ہیں آسماں پر ایڑیاں
دن کو ہیں خورشید شب کو ماہ اختر ایڑیاں

نجم گردوں تو نظر آتے ہیں چھوٹے اور وہ پاؤں
عرش پر پھر کیوں نہ ہوں محسوس لاغر ایڑیاں

ان کا منگتا پاؤں سے ٹھکرا دے وہ دنیا کا تاج
جس کی خاطر مر گئے منعم رگڑ کر ایڑیاں

دو قمر دو پنجۂ خور دو ستارے دس ہلال
ان کے تلوے پنجے ناخن پائے اطہر ایڑیاں

تاج روح القدس کے موتی جسے سجدہ کریں
رکھتی ہیں واللہ وہ پاکیزہ گوہر ایڑیاں

چرخ پر چڑھتے ہی چاندی میں سیاہی آگئی
کر چکی ہیں بدر کو ٹکسال باہر ایڑیاں

اے رضا طوفان محشر کے طلاطم سے نہ ڈر
شاد ہو، ہیں کشتیٔ امت کو لنگر ایڑیاں

نوٹ: تمام مشمولات کی صحت و درستگی پر مجلس ادارت کی گہری نظر رہتی ہے پھر بھی اگر کوئی شرعی غلطی راہ پا جائے تو آگاہ فرما کر اجر کے مستحق بنیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کسی قریبی شمارے میں تصحیح کر دی جائیگی۔

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ
ماہنامہ اعلیٰ حضرت
۸۴ سوداگران بریلی شریف
Monthly Alahazrat
84, Saudagran, Bareilly Sharif
Pin-243003
Contact No.
(+91)-0581-2575683,
2555624 (Fax) 2574627
(Mob) (+91)-9359103539
E-mail:mahanamaelahazrat@gmail.com
E-mail:subhanimian@yahoo.co.in
ماہنامہ اعلیٰ حضرت انٹرنیٹ پر پڑھنے کے لئے
visit us: www.ala-hazrat.org

چیک یا ڈرافٹ بنام
MAHANA ALA HAZRAT
A/c No.
0043002100043696
Punjab National Bank Civil Lines Bareilly

زر سالانہ ممبر شپ

فی شمارہ:	20/-
زر سالانہ:	200/-
بیرون ملک:	20$ امریکی ڈالر

کسی بھی قسم کی قانونی چارہ جوئی بریلی کورٹ ہی میں قابل سماعت ہوگی (ادارہ)

پرنٹر، پبلیشر، پروپرائٹر اور ایڈیٹر "مولانا سبحان رضا خاں" نے رضا برقی پریس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اعلیٰ حضرت سوداگران بریلی شریف سے شائع کیا۔

فہرست

ہر ماہ انٹرنیٹ پر ماہنامہ اعلیٰ حضرت پڑھنے کے لیے کلک کریں ہماری اس ویب سائٹ پر۔

Website:-www.ala-hazrat.org, E-mail:-subhanimian@yahoo.co.in

E-mail:-mahanamaalahazrat@gmail.com,saleembly@gmail.com

یہ راحتوں کا چمن زار ہے۔ اِدھر آؤ!

اداریہ..................از:- قاری عبدالرحمٰن خان قادری

مسلمانوں کے درمیان ماضی میں بھی باہمی اختلاف اور قلبی بغض وحسد وعناد کم نہ تھا۔تاریخ کے اوراق مسلم رسہ کشی،نفرت و عداوت اور قتل وغارت گری کی خونیں داستانوں سے لبریز نظر آتے ہیں ۔ایک بھائی دوسرے بھائی کے خون کا پیاسا،ایک مسلم قوم دوسری قوم کی جان لیوا دشمن،ایک علاقہ دوسرے علاقے کا بدخواہ ہر دور میں نظر آیا۔مگر افسوس!دور حاضر میں مسلم قوم کی جو حالت زار ہے وہ ماضی سے کہیں ابتر۔باہمی عداوت وبغاوت نے مسلمانوں کو تباہی و بربادی اور ذلت وخواری کے غارعمیق تک پہنچا دیا ہے۔مگر پھر بھی ہوش نہیں۔آنکھیں ابھی بھی بند ہیں۔اگر بند نہ ہوتیں تو یہ تباہ کن اور ہلاکت خیز حالات نہ ہوتے۔

یقیناً وہ قومیں تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔جو باہم دست و گریباں ہوں۔وہ افراد صفحہ ہستی سے مٹ جاتے ہیں جو رسہ کشی کا شکار اور آپس میں ایک دوسرے کے درپئے آزار ہوں۔ماضی میں بھی تمام مسلم دشمن طاقتیں اسلام اور اہل اسلام کے خلاف متحد تھیں اور آج بھی ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ مسلم دشمن طاقتوں میں اضافہ اور استحکام ہوا۔جبکہ مسلمانوں کا باہمی انتشار وافتراق وحسد کم ہونے کے بجائے اور بڑھ گیا۔روحانیت،امن وامان اور اتحاد و یکجہتی کا درس دینے والے بزرگوں کے اعراس کی تعداد بڑھی،مذہبی معمولات اور دینی پروگراموں میں اضافہ ہوا۔مگر اس کے ساتھ ساتھ حسد،کینہ، بغض وعناد،نفرت وتعصب اور بے راہ روی بھی بڑھتی جارہی ہے۔

ایک عام چھوٹی سی مسلم تنظیم سے لے کر اسلامی ممالک تک ہر جگہ افتراق وعداوت اور انتشار و بغاوت کا بازار گرم نظر آتا ہے۔اکثر دینی مدارس کے اساتذہ ایک ہی نظریہ کی تعلیم دیتے ہیں مگر ایک دوسرے کے ساتھ حسد کا شکار۔ایک مسلم تنظیم کے افراد ایک ہی مقصد کے تحت کام کرتے ہیں مگر آپس میں ایک دوسرے کے بدخواہ ایک مسلک کے پیروکار ایک ہی راستے کے مسافر ہیں مگر دلوں میں نفرتوں کا انبار۔ان برائیوں کا خاتمہ کب ہوگا؟ معلوم نہیں؟ جتنی کوششیں کی گئیں اتنی ہی بات بگڑتی چلی گئی۔ ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

اس کا یہ مطلب نہیں کہ کوششوں کا چراغ بجھا دیا جائے۔ مساعی جمیلہ کی بساط الٹ دی جائے۔داعیان اسلام ماضی کی طرح اپنی پرخلوص کوششیں جاری وساری رکھیں۔ ہر عالم وامام، ہر مبلغ وشیخ امن وامان کی تبلیغ، محبت وخلوص کا درس،اتحاد وروداری کے فوائد اور تعلیم وتعلم کی خوبیاں اپنے حلقۂ اثر میں دہراتے رہیں اور یاد رکھیں کہ اسلاف کی بے لوث مساعی جمیلہ کا ہی ثمرہ وصلہ ہے کہ حالات اس سے زیادہ نہ بگڑے ورنہ نہ جانے کیا حال ہوتا۔لہٰذا ہمیں اپنے عہد میں اپنی کوششیں جاری رکھنا ہیں۔ہمیں شہد خالص اور زہر ہلاہل کا تعارف کراتے رہنا ہے۔ہمیں خوابیدہ قوم کو خواب غفلت سے

جگانے کی سعی پیہم کرتے رہنا ہے۔ہمیں محبت واتحاد کے چاک دامن کی رفوگری کرتے رہنا ہے۔ہمیں اس عزم پر کام کرتے رہنا ہے کہ۔

سنگ ریزوں کی چبھن کا مجھے احساس کہاں
میں تو منزل کے مناروں پر نظر رکھتا ہوں
مرے جنوں کا نتیجہ ضرور نکلے گا
اسی سیاہ سمندر سے نور نکلے گا

☆مسلمانوں کو نیست ونابود کرنے کی ناپاک کوششوں میں آر ایس ایس کی سیکڑوں تنظیمیں کل بھی مصروف تھیں اور آج بھی ہیں۔ مسلمانوں کی بند آنکھیں نہ جانے کب کھلیں گی؟ آج ملک ہندوستان میں آر ایس ایس کی پچاس ہزار سے زیادہ شاکھائیں اپنے ناپاک منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے اور مسلمان کو پامال وہراساں کرنے میں مصروف ہیں۔بی جے پی کے اقتدار میں آنے کے بعد کچھ انتہا پسند تنظیمیں اور بڑھ گئیں جنہوں نے ''گھر واپسی'' اور ''لو جہاد'' جیسے ناموں کا استعمال کر کے مسلمانوں کو ذہنی تکلیف واذیت میں بتلا کیا۔یہ مسلم دشمن تنظیمیں مسلمانوں کو نقصان اور ایذا پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتیں۔اور مسلمان ہے کہ خواب غفلت میں ڈوبا ہوا ہے۔قائدین قوم ہیں کہ انہیں قومی وملی مفاد سے کیا غرض؟ وہ صرف خود کو بنانے اور دنیا کمانے میں لگے ہیں۔آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ بی جے پی کے برسر اقتدار آنے کے بعد مسلمانوں کی پریشانیوں میں حیرت انگریز اضافہ ہوا ہے اس وقت ہندوستانی مسلمان خود کو سیاسی طور پر بے سہارا اور غیر محفوظ محسوس کررہا ہے۔ہندوستانی ہندوؤں کے حوصلہ بہت بلند اور ان کے رہنماؤں کی زبانیں نہایت بے لگام ہیں وہ جو چاہیں کہیں جو چاہیں کریں۔نہ کوئی بازپرس نہ کوئی خوف وخطر۔کتنے ہندو کہتے ہیں کہ اب ہمیں مسلمانوں کی کوئی ضرورت نہیں نہ ان کا ووٹ چاہیئے نہ ان کا ساتھ۔ہم نے ان کے ووٹ کے بغیر بھاری اکثریت کے ساتھ کرسی اقتدار پر قبضہ جمالیا۔یہ ملک ہمارا ہے۔حکومت ہماری ہے۔آئین ہمارا ہے۔مسلمانوں کا کچھ نہیں۔انہیں ملک ہندوستان چھوڑ دینا چاہیے۔اگر رہنا ہے تو ہمارے دست نگر بن کر رہنا ہوگا۔

اذانوں پر اعتراض، کہیں جلسوں پر پابندی، کہیں مساجد ومدارس کی تعمیر پر روک، کہیں مزاروں کا انہدام، کہیں مسلمانوں پر وحشیانہ حملے، داڑھی والوں کا روڈ پر چلنا دوبھر، ان پر پھبتیاں اور بیہودہ فقرے۔یہ ہے اب ہندوستان کا حال۔ہاں ہندو جامے سے باہر ہے۔ان کے پروگرام (جن میں مسلمانوں کے خلاف بیہودہ منصوبے) پہلے سے زیادہ۔ان کے مندر قدم قدم پر جن میں صبح شام بھجن کیرتن، ان کی کتھاؤں اور سبھاؤں میں دور دور روڈ پر ہارن جن کے شور شرابے سے پڑھنا لکھنا دوبھر، چلنا پھرنا اور بات کرنا مشکل گویا جینا حرام ہے۔نفرت وعصبیت کا دور دورا ہے۔اذانوں اور مسجدوں پر پابندی کی بات کی جاتی ہے اور قدم قدم پر مندروں کا شور۔کوئی بات نہیں۔

☆بی جے پی کی حکومت سے پہلے بھی مسلمانوں کا برا حال تھا مگر اتنا نہیں۔جو وعدے کیے ان کا ایفا دور دور تک نہیں۔''سب کا ساتھ سب کا وکاس'' کا نعرہ دینے والے نے سر جھٹک کر اپنے ذہن سے مسلمانوں کا خیال نکال دیا۔اس کے منہ پر سکوت کا قفل لگ گیا۔غیر ملکی دوروں سے فرصت ہی کہاں جو کسی سے ملاقات یا کسی کے مفاد کی

بات کرے۔صوبۂ بہار کا اسمبلی الیکشن درپیش ہے۔بی جے پی گزشتہ جیسی کامیابی کی آس لگائے ہوئے ہے۔مگر آثار وقرائن بتاتے ہیں کہ ویسا نہیں ہوگا۔ بی جے پی کو اپنے ناپاک کرتوتوں کی سزا ملنا چاہیے اور ملے گی۔ ۲۰۱۷ء کے یوپی الیکشن میں بھی مسلمانوں کو سوج بوجھ سے کام لینا ہوگا۔مسلم دشمن پارٹیوں کو ہرانے کے لیے اتحاد کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔موجودہ حالات کے تناظر میں مسلمانوں کو اپنی آنکھیں کھول دینا چاہیے۔سیکڑوں دشمن مسلمانوں کے خلاف متحد ہیں مگر مسلمان ہے کہ رسہ کشی کا شکار۔نہ جانے کب اسے ہوش آئے گا۔کافی کچھ لٹ چکا ہے جو بچا ہے اسی کو بچانے کے لیے اس کی آنکھیں کھل جائیں تو بہتر ہے۔

☆عیسائیت و یہودیت یوم اول ہی سے اسلام کو مٹانے کے درپے ہیں آج اسلام کے خلاف اس کی سازشیں اور منصوبہ سازیاں تیز ہوگئی ہیں یہود ونصاریٰ کی ہزار کوششوں کے باوجود گلشن اسلام آج بھی لہلہا رہا ہے۔اس کے تازہ پھولوں سے شادابی کا نور برس رہا ہے۔اس کی خوبصورت کلیوں کا حسن زیبائی عالم کو متاثر کر رہا ہے۔اسلام آج بھی اپنی صداقت وحقانیت کی بنا پر زندہ وتابندہ ہے۔اس کو مٹانے والوں نے منہ کی کھائی اور ذلت کی ''کھائی'' میں منہ کے بل گر گئے۔مگر اسلام کا سورج آج بھی شعائیں بکھیر رہا ہے۔اور دشمنوں کی آنکھوں کو خیرہ کر رہا ہے۔اسلام کو نیست و نابود کرنے کے لیے فرزندان اسلام کو ملکوں سے نکالا گیا،گھروں میں جلایا گیا۔اسلامی شہر وبستیاں اجاڑی گئیں۔قرآن کے نسخے جلائے گئے۔مسلم خون کی ندیاں بہائی گئیں۔منبر ومحراب توڑے گئے اور اسلامی شعائر مٹائے گئے۔مگر آج بھی اسلام زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔دنیا کی سب سے بڑی قوم آج بھی مسلم ہے اور آئندہ رہے گی۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

☆بدعقیدہ قومیں بھی شروع ہی سے اسلام وسنیت کا چراغ بجھا دینا چاہتی ہیں۔صوفی ازم کو مٹا دینا چاہتی ہیں۔روح ایمان یعنی عشق رسول اہل ایمان کے دلوں سے نکال کر انہیں تباہی وبربادی کے غار عمیق میں ڈھکیل دینا چاہتی ہیں۔مگر اللہ رب العزت اس کا محافظ حقیقی ہے وہ اپنے دین کی حفاظت وبقا کے لیے ہر صدی کے آخر میں اپنے محبوب کا سچا نائب علوم وفنون کے زیور سے مرصع،حسن وکردار و عمل کا پیکر،تعلیم قرآن وحدیث کا سچا داعی (مجدد) بھیج دیتا ہے۔جو تجدید کا اہم فریضہ انجام دیکر شکوک وشبہات کے گرد وغبار سے اسلام وسنیت کے حسین خدوخال کو صاف وشفاف اور مجلّی وتابناک کر دیتا ہے۔آج مسلمانوں پر باطل کی یلغار ہر طرف سے ہے۔عیسائیت کا زور باطل عروج پر ہے۔صہیونی طاقتیں اسلام اور اہل اسلام سے نبرد آزما ہیں۔ہندوستانی ہندوؤں کی مسلم دشمنی شباب پر ہے۔آر ایس ایس کی پچاس ہزار سے زیادہ شاخائیں مسلمانوں کے خلاف مصروف کار ہیں۔بدعقیدہ طاقتیں بھی طرح طرح کے نئے نئے منصوبوں اور فتنوں میں مصروف ہیں۔ایک سنی مسلمان قوم ہے جس کو آپس میں لڑنے سے ہی فرصت نہیں۔ایک دوسرے کی مخالفت ان کا حسین مشغلہ،مسلمان بھائی کو مرعوب ومغلوب ومجبور کرنے کی تدبیریں۔حسد وعناد کی مہلک بیماری میں مبتلا،عوام کا تو ذکر ہی کیا خواص بھی باہمی انتشار اور انانیت کا شکار۔اُدھر اسلام دشمن طاقتوں کا اتحاد بڑھ رہا ہے اور اِدھر مسلمانون کا انتشار وافتراق۔کیسے ملت کی کشتی ساحل فلاح سے لگے گی؟ کیسے قوم مسلم کا بیڑا پار ہوگا؟ کیسے اس امت کو غلبہ واستحکام اور عروج وارتقا کی منزل حاصل ہوگی۔ذرا

سوچیے! عالمی منظرنامہ پر ایک طائرانہ نظر ڈالیے مسلمانوں کی حالت زار کا جائزہ لیجیے۔ ہندو بیرون ہند میں کس طرح مسلمانوں کو سراسیمہ اور ان پر عرصۂ حیات تنگ کیا جارہا ہے۔ املاک و عصمتیں لوٹی جارہی ہیں۔ گھر جلائے جارہے ہیں۔ تمام کافروں کا اسلام کو مٹانے کے نام پر کیسا زبردست اتحاد ہے۔ ذرا دیکھئے۔ اور اپنی صفوں کا انتشار بھی دیکھئے۔ اپنی باہمی عداوتوں اور ایک دوسرے کے خلاف ریشہ دوانیوں پر غور کیجئے۔ اور سوچئے آپ کو کیا ہونا تھا اور کیا ہوگئے؟

اے اللہ و رسول پر ایمان لانے والو! اے قرآن وحدیث کے احکام پر عمل کا دعوی کرنے والو! اے مختار کائنات کو اپنا حاجت روا ومشکل کشا ماننے والو! اے شفاعت رسول پر یقین رکھنے والو! اپنے بزرگوں کی وکالت وسفارش پر بھروسہ رکھنے والو! جاگو! خواب غفلت سے جاگو! اپنے باہمی اختلاف کا جنازہ نکال دو، افتراق وانتشار کے سانپوں کو مار کر خود کو ہلاکتوں سے بچالو! اپنی رنج وعداوت، بغض و کینہ اور عناد وحسد کے گھٹاٹوپ اندھیروں سے نکل کر اتحاد اسلامی کی نورانیت اور ضیاؤں میں آجاؤ۔ اور سنیت کے اجالے میں حق و انصاف کے نور سے خود کو دیکھو اور دوسرے بھائیوں کے چہروں کو دیکھو۔ آنکھیں کھولو۔ دیکھو۔ اور بڑھو وہ تمہارا رب ساری کائنات کا پروردگار کیا فرمارہا ہے: واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا۔ اے مسلمان تو امن وانصاف کا داعی ہے۔ کامیابیاں اور دارین کی سعادتیں تیرے لیے ہیں۔ اخوت ومساوات اور اتحاد و اتفاق تیرا قیمتی سرمایہ اور پرکشش زیور ہے۔ تو کہاں عناد وحسد کی بھڑکتی آگ میں جل رہا ہے۔ یہ آگ تیرے لیے نہیں تیرے دشمنوں کے لیے ہے۔ تو کہاں نفرت وعداوت کے جہنم کی وادی میں بھٹک رہا ہے۔ یہ تیرے لیے نہیں اسلام کے باغیوں کے لیے ہے۔ ؎

سلگ رہا ہے کہاں نفرتوں کی بھٹی میں
یہ راحتوں کا چمن زار ہے اِدھر آؤ

وصولی چندہ رینوکوٹ معرفت حاجی حسن رضا قادری گونڈوی

نام	رقم	نام	رقم
سراج احمد، رینوکوٹ	۱۶۵۱	محمد اکرم	۲۰۰
ستار علی	۱۰۰	محمد سلیم	۹۵۰
محمد نسیم	۱۵۰	حاجی محمد امام بخش	۱۵۱
مختار احمد	۱۰۰۰	نیاز احمد	۲۰۰
محمد رفیع	۱۰۰	حاجی محمد فقیر	۷۸۶
پیر محمد	۵۵۵	محمد اسلام	۳۰۰
تاج محمد	۲۰۰	محمد اسماعیل انصاری	۱۵۰
محمد شکر اللہ انصاری	۵۱	محمد حسن الدین ٹیلر	۱۵۰۰
برکات علی کلاتھ اسٹور	۱۰۵۱	محمد سلیم ٹیلر	۱۵۰۰
محمد احمد خان	۲۰۰	محمد جمیل صاحب ۱۷۲	۲۰۰۰
محمد اسلام چشمہ گھر	۵۰۰	محمد ستار منصوری	۱۰۰
سلیم بھائی قریشی	۵۰۱	بادشاہ زادہ انصاری	۲۰۰
محمد مختار صاحب	۲۰۰	حاجی بچو قریشی	۲۵۱
امت رسول انصاری	۲۵۱	منور علی	۱۰۰
وہاب	۲۰۰	شمشاد احمد	۱۰۰
محمد سراج احمد	۲۰۰	محمد عظیم الدین	۱۰۱
محمد پرویز	۱۰۰۰	نظیر احمد	۵۰
محمد بادشاہ، پوسٹ آفس	۵۰	علی حسین خاں	۱۵۱
محمد یاسین کلاتھ اسٹور	۵۰	شیر محمد بالبر	۱۵۰
حاجی محمد عالم بالبر	۰۰	محمد ظہیر انصاری	۱۵۰
عبدالرحیم قریشی	۱۰۱	محمد خواجہ	۱۰۱
لیاقت علی، سبزی منڈی	۲۰۰	محمد سعود قریشی	۱۵۱
مرحوم عباس رائین	۱۰۰	محمد حسین شوز مرچنٹ	۱۰۰
محمد مختار صاحب	۲۵۱	محمد خورشید عالم	۱۰۰
عابد حسین	۵۰	عبدالرحیم	۱۰۰۰

باقی صفحہ ۱۹ / پر

ترجمہ: مجدد اعظم اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ

باب التفسیر

تفسیر: صدرالافاضل حضرت علامہ محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی علیہ الرحمہ

ترجمہ: - اور وہ مصیبت جو تم پر آئی ۳۲۲ جس دن دونوں فوجیں ۳۲۳ ملی تھیں وہ اللہ کے حکم سے تھیں اور اس لیے کہ پہچان کرادے ایمان والوں کی اور اس لیے کہ پہچان کرادے ان کی جو منافق ہوئے ۳۲۴ اور ان سے ۳۲۵ کہا گیا کہ آؤ ۳۲۶ اللہ کی راہ میں لڑو یا دشمن کو ہٹاؤ ۳۲۷ بولے اگر ہم لڑائی ہوتی جانتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے اور اس دن ظاہری ایمان کی بنسبت کھلے کفر سے زیادہ قریب ہیں۔ اپنے منہ سے کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں اور اللہ کو معلوم ہے جو چھپا رہے ہیں ۳۲۸ وہ جنہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں ۳۲۹ کہا اور آپ بیٹھ رہے کہ وہ ہمارا کہنا مانتے ۳۳۰ تو نہ مارے جاتے۔ تم فرمادو تو اپنی ہی موت ٹال دو اگر سچے ہو ۳۳۱ اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے۔ ۳۳۲ ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں ۳۳۳ (سورۂ آل عمران رکوع ۸/آیت ۱۶۵ تا ۱۶۹)

تفسیر: - ۳۲۲ احد میں ۳۲۳ مومنین و مشرکین کی ۳۲۴ یعنی مومن و منافق ممتاز ہو گئے ۳۲۵ یعنی عبداللہ بن ابی بن سلول وغیرہ منافقین سے ۳۲۶ مسلمانوں کی تعداد بڑھاؤ اور حفاظت دین کے لیے ۳۲۷ اپنے اہل و مال کو بچانے کے لیے ۳۲۸ یعنی نفاق ۳۲۹ یعنی شہدائے احد جو نسبی طور پر ان کے بھائی تھے ان کے حق میں عبد اللہ ابن ابی وغیرہ منافقین نے ۳۳۱ مروی ہے کہ جس روز منافقین نے یہ بات کہی اسی دن ۷۰ رمنافق مر گئے ۳۳۲ **شان نزول** اکثر مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت شہدائے احد کے حق میں نازل ہوئی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے سید عالم ﷺ نے فرمایا جب تمہارے بھائی احد میں شہید ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے قالب عطا فرمائے وہ جنتی نہروں پر سیر کرتے پھرتے ہیں، جنتی میوے کھاتے ہیں، طلائی قنادیل جو زیر عرش معلق ہیں ان میں رہتے ہیں جب انہوں نے کھانے پینے رہنے کے پاکیزہ عیش پائے تو کہا کہ ہمارے بھائیوں کو کون خبر دے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں تاکہ وہ جنت سے بے رغبتی نہ کریں۔ اور جنگ سے بیٹھ نہ رہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں انہیں تمہاری خبر پہنچاؤں گا پس یہ آیت نازل فرمائی۔ (ابوداؤد) اس سے ثابت ہوا کہ ارواح باقی ہیں جسم کے فنا کے ساتھ فنا نہیں ہوتیں ۳۳۳ اور زندوں کی طرح کھاتے پیتے عیش کرتے ہیں۔ سیاق آیت اس پر دلالت کرتا ہے کہ حیات روح و جسم دونوں کے لیے ہے۔ علما نے فرمایا کہ شہدا کے جسم قبروں میں محفوظ رہتے ہیں مٹی ان کو نقصان نہیں پہنچاتی اور زمانہ صحابہ میں اور اس کے بعد بکثرت معائنہ ہوا ہے کہ اگر کبھی شہدا کی قبریں کھل گئیں تو ان کے جسم تر و تازہ پائے گئے۔ (خازن وغیرہ)

☆

گلدستۂ احادیث

ترتیب وانتخاب: نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد سبحان رضا سبحانی میاں مدظلہ العالی
سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ رضا نگر، سوداگران بریلی شریف

کفن میں تبرکات کی برکتیں

حدیث: عن ابی وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کان عند علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم مسك فأوصى أن يحنط به وقال ھوالفضل حنوط رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ترجمہ:- حضرت ابووائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے پاس مشک تھا تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ میرے حنوط (کفن) میں یہ مشک استعمال کیا جائے۔اور فرمایا کہ یہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حنوط کا بچا ہوا مشک ہے۔

تشریح:- متعدد صحابہ کرام کے حوالے سے مستند روایتیں ملتی ہیں کہ وہ اپنے کفنوں میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منسوب آپ کا کوئی نہ کوئی تبرک رکھنے کی وصیت کرتے چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے یہ ملتا ہے کہ انہوں نے اپنے کفن میں رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چھڑی رکھنے کی وصیت کی ساتھ ہی انہوں نے موئے مبارک شریف اپنی زبان کے نیچے رکھنے کی بھی وصیت کی تھی۔اسی طرح مذکورہ روایت میں حضرت علی جیسے جلیل القدر صحابی رسول نے بھی پیارے آقا کے کفن کا بچا ہوا مشک اپنے کفن میں رکھنے کا لوگوں کو حکم دیا اس سلسلہ میں میرے جد امجد سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

''حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت یہ وصیت فرمائی کہ میں صحبت حضور سید عالم ﷺ سے شرفیاب ہوا ایک دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاجت کے لیے تشریف لے گئے میں لوٹا لے کر ہمراہ رکاب سعادت مآب اقدس ہوا حضور پُرنور ﷺ نے اپنے جوڑے سے کرتا کہ بدن اقدس کے متصل تھا مجھے انعام فرمایا۔وہ کرتا میں نے آج کے لیے چھپا رکھا تھا اور ایک روز حضور انور ﷺ نے ناخن وموئے مبارک تراشے وہ میں نے لے کر اس دن کے لیے اٹھا رکھے۔جب میں مرجاؤں تو قمیص سراپا تقدیس کو میرے کفن کے نیچے بدن سے متصل رکھ دینا اور موئے مبارک اور ناخن ہائے مقدسہ کو میرے منہ میں اور آنکھوں اور پیشانی وغیرہ مواضع سجود پر رکھ دینا۔(فتاویٰ رضویہ جلد ۴ رص ۱۳۱) ظاہر ہے کہ جیسے نقوش کتابت آیات واحادیث کی تعظیم فرض ہے یونہی حضور پُرنور سید عالم ﷺ کی رداو قمیص خصوصاً ناخن وموئے مبارک کی کہ اجزائے جسم اکرم حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی کل جزء جزء و شعرۃ شعرۃ منہ وبارك وسلم ہیں۔تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا ان طریقوں سے تبرک کرنا اور حضور پُرنور ﷺ کا اسے جائز ومقرر رکھنا بلکہ بنفس نفیس یہ فعل فرمانا جواز ما نحن فیہ (کفن پر آیات کلام اللہ واحادیث لکھنے) کی دلیل واضح ہے۔الخ (فتاویٰ رضویہ جلد ۴ ص ۱۳۲)

فتاویٰ منظر اسلام

ترتیب، تخریج اور تحقیق:- حضرت مولانا الحاج محمد احسن رضا قادری، سجادہ نشین درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

خائن کو متولی بنانے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید ہماری مسجد کے اوقاف کا منتظم ہے۔ مسجد کی آمدنی بقول زید مبلغ ۲۰۰؍روپیہ ماہوار ہے اور خرچہ ماہوار صرف مبلغ ۱۰۰؍روپیہ ہے باقی آٹھ سال کی بچی ہوئی رقم جو تقریباً ساڑھے نو ہزار ہوتی ہے جب ہم نے اس کا حساب مانگا تو وہ حساب دینے کے لیے تیار نہیں ہوئے اور ہم لوگوں پر الزام لگایا کہ ہم لوگوں نے رات میں اسے مار پیٹ کر کے مسجد کے مبلغ تین ہزار روپیہ اس سے چھین لیے۔ ہمارے خلاف اس نے تھانے میں رپورٹ بھی درج کرائی لہٰذا ہم تھانے گئے اور ہماری ضمانتیں ہوئیں۔ تھانیدار صاحب نے کہہ دیا ہے کہ جو حکم تمہاری شریعت کا ہوگا میں اسی پر فیصلہ کر دوں گا۔ لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسجد کا روپیہ غبن کرنے والے کو متولی بنانا کیسا ہے؟ ہم مسلمانوں کو حساب سمجھنے کا حق ہے یا نہیں؟ اس کی غلط مدد کرنے والوں پر کیا حکم ہے؟ زید پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ جو مسجد کا حساب دینے کو تیار نہیں اس کے ساتھ مسلمانوں کو کیسا برتاؤ کرنا چاہیے؟ مفصل جواب سے مطلع فرمائیں تا کہ ہم شر سے محفوظ رہیں۔

سائلین

فقیر محمد، حامد علی شاہ، محمد منیر شاہ، محمد شاہ

سی بی گنج بریلی شریف

الجواب:- حساب فہمی کا اختیار اراکین وعام مسلمانوں کو ہے۔ جو شخص خائن ہو وہ متولی رہنے کے قابل نہیں ہے۔ ایسے متولی کو علیحدہ کرنے کا حق ہے۔ درمختار میں ہے کہ متولی اگر امین نہ ہو، خیانت کرتا ہو یا کام کرنے سے عاجز ہو یا علانیہ شراب پیتا ہو یا جوا کھیلتا ہو یا کوئی دوسرا فسق وگناہ کا کام اعلانیہ کرتا ہو تو اس کو معزول کر دینا واجب ہے یہاں تک کہ اگر قاضی شرع (حاکم اسلام) نے اس کو معزول نہ کیا تو وہ بھی گنہگار ہے۔ اس نے مسلمانوں کے اوپر جو الزام لگایا ہے اگر واقعی وہ غلط وبے بنیاد ہے تو وہ سخت گنہگار ہے اور ضرور اس قابل ہے کہ اس کی تولیت ختم کر دی جائے۔ اس ناجائز امر میں اس کی مدد کرنا گناہ ہے۔ لہٰذا جو لوگ جانتے ہوئے واقف حال ہو کر اس کی مدد کریں گے وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ اگر وہ باز نہ آئے اور حساب وغیرہ نہ بتائے تو اس سے اس وقت تک ترک تعلق کریں جب تک وہ حساب وغیرہ بتا کر توبہ نہ کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

دارالافتاء منظر اسلام سوداگران بریلی شریف

۳؍ذی الحجہ ۱۳۹۵ھ

دہشت گردی کی آگ میں جلتے اسلامی ممالک

اسلامی ممالک میں دہشت گردوں کی تباہ کاریوں اور ان کی اسلام مخالف کاروائیوں پر روشنی ڈالتی ایک مؤثر تحریر

از:- مفتی محمد سلیم بریلوی، مدیر اعزازی ماہنامہ ھذا

آج اسلامی ممالک میں اسلام کے نام پر نام نہاد جہاد کرنے والے دہشت گردوں کی دہشت گردانہ کاروائیاں اپنے نقطۂ عروج پر پہنچ چکی ہیں۔ جہاں سے نہ انہیں کوئی انسان دکھائی دیتا ہے اور نہ ہی کوئی مسلمان، نہ ان کے نزدیک کسی بزرگ کی تڑپ کی کوئی حیثیت ہے اور نہ ہی اسلام کی کی عفت مآب خواتین کی آہوں کی، نہ ہی انہیں کمسن بچوں کی موہنی صورتوں کی پرواہ ہے اور نہ ہی انہیں معذوروں کے درد کی فکر۔ انہیں صرف سفاکانہ اور بہیمانہ قتل و غارت گری کا بازار گرم کرنا ہے جو وہ کر رہے ہیں۔

کیا یہی اسلامی جہاد ہے: افسوس تو اس بات کا ہے کہ وہ یہ قتل و خون ریزی صرف اور صرف اسلام اور جہاد کے نام پر کر رہے ہیں۔ مگر حقیقت سے اس کا دور تک کوئی واسطہ نہیں کیونکہ یہ جنہیں مار رہے ہیں وہ بھی مسلمان ہیں۔ جن عورتوں کی عزت و آبرو کی دھجیاں بکھیر رہے ہیں وہ بھی مسلم ہیں، جن بچوں کو یتیم بنا رہے ہیں وہ بھی مسلمان ہیں اور جن گھروں کو اجاڑ رہے ہیں وہ بھی مسلمانوں ہی کے ہیں۔ جن عبادت خانوں کو ویران کر رہے ہیں وہ بھی مسلمانوں کے ہیں اور جن مزارات کو بم بسفوٹ کے ذریعہ اڑا رہے ہیں وہ بھی اسلامی بزرگوں ہی کے ہیں۔ یہ کیسا جہاد ہے جو کلمہ گو سے کیا جا رہا ہے؟ یہ کیسی لڑائی ہے جس میں اسلامی ممالک ہی کو تباہ و برباد کیا جا رہا ہے؟ یہ کیسی جنگ ہے جس میں اسلام ہی کی صورت کو مسخ کیا جا رہا ہے؟ یہ کیسا مقابلہ ہے جو اہل قبلہ ہی سے کیا جا رہا ہے؟

صہیونی سازش: حقیقت تو یہ ہے کہ یہ سب صہیونیت کی سازش ہے جس کا شکار اس وقت پورا عالم اسلام ہے۔ یہ جہادی گروپ سب کے سب یہودی اور عیسائی مشنریز کی پیداوار ہیں جن کا اصل مقصد مسلمانوں پر فتح یابی نہیں بلکہ اسلام کے مقدس چہرے کو مسخ کرنا، اسلامی تعلیمات کو خونریزی اور بہیمت وسفاکیت کی علامت بنا کر دنیا والوں کے سامنے پیش کرنا، اسلام کے خلاف پوری دنیا میں نفرت کا سیلاب لانا، اسلام سے عالمی سطح پر نفرت پیدا کرنا اور اسلام کے مقدس فریضۂ جہاد کو بدنامی کی آخری حد تک پہنچانا ہے۔ اس اعلیٰ مشن کی تکمیل کے لیے یہودیوں اور عیسائیوں نے مل کر ایک خطرناک عالمی منصوبہ تیار کیا جس کے تحت اسلامی ملکوں میں اسلامی نام رکھنے والے رنگروٹوں کو تیار کر کے انہیں مجاہدین اسلام کے نام سے دنیا میں متعارف کرایا گیا اور پھر ان کے ذریعہ اسلامی ممالک میں قتل و غارت گری کا ایک بازار گرم کیا گیا جس سے ان کو دوہرا فائدہ حاصل ہوا ایک تو یہ کہ ان کے ہاتھوں اسلامی ملک، مسلمان اور اسلامی تاریخی مقامات تباہ و برباد ہو رہے ہیں اور دوسری طرف پوری دنیا میں اسلام اور مسلمان بدنام بھی ہو رہے ہیں۔ یہی ان کا اصل

مقصد بھی ہے جوان دہشت گردوں کے ذریعہ بحسن وخوبی پایۂ تکمیل تک پہنچ رہا ہے۔ یہ بات بھی روز روشن کی طرح واضح ہو چکی ہے کہ یہ تمام دہشت گرد اور جہادی گروپ اعتقادی طور پر وہابیت اور سلفیت سے اپنا ایک مضبوط رشتہ رکھتے ہیں۔ان سب کا تعلق وہابیوں اور سلفیوں سے ہے مگر حقیقت تو یہ ہے کہ ان کے نظریات تو وہابی ازم سے تعلق رکھتے ہیں مگر در پردہ یہ یہودیوں اور عیسائیوں ہی کے ایجنٹ ہیں بلکہ ان کے بڑے بڑے لیڈر اور جرنل یہودی اور عیسائی مذہب ہی کے ماننے والے ہیں جنہوں نے اپنے چہروں پر اسلامی مکھوٹا سجا رکھا ہے۔

اسلامی ملکوں کے باشندوں کی کسمپرسی: اسلامی ملکوں میں ان جہادی تنظیموں اور دہشت گرد گروپوں نے جو قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا ہے اس سے یہاں کے باشندوں کی دنیا ہی اجڑ چکی ہے۔رات و دن کا سکون غارت ہو چکا ہے۔ بنیادی ضرورتوں سے یہ لوگ محروم ہو چکے ہیں فاقہ کشی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ان کے پاس اب خوشیوں کا کوئی تصور ہی نہیں۔نہ ان کے یہاں اسلامی تیوہاروں کا کوئی تصور ہے اور نہ ہی شادی بیاہ کی رسموں کی خوشیوں کا کوئی تصور۔کب کہاں بم دھماکہ ہو جائے پتہ نہیں۔کب گولیاں چلنے لگیں معلوم نہیں۔کب آگ لگا دی جائے کسی کو خبر نہیں۔کب موت کی نیند سلا دیا جائے کسی کو آگاہی نہیں۔ہر طرف انہیں موت ہی موت نظر آتی ہے۔ہر طرف لاشے بکھری ہوئی دکھائی دیتی ہیں ۔ہر طرف اعضائے انسانی بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں ایسے میں خوشیوں کی خوشبو ان تک کیسے پہنچ سکتی ہے؟ بلکہ اب تو کسی اپنے کی موت کا غم بھی کوئی غم نہ رہا۔

اتنے غم اور اتنے لاشے دیکھے کہ اب آنکھیں آنسو بہانا ہی بھول گئیں۔دل رنج وغم کی دھڑکن کرنے سے ہی بیگانہ ہو گیا۔بستیاں اجڑ چکی ہیں۔شہر ویران ہو چکے ہیں۔تاریخی مقامات تاخت وتاراج ہو چکے ہیں۔علوم وفنون کی بساطیں الٹ چکی ہیں۔دانش کدے تباہ و برباد ہو چکے ہیں۔علمی مجلسیں اہل علم پر ماتم کر رہی ہیں۔علمی وفنی مجلسیں اور محفلیں اپنی آراستگی ختم کر چکی ہیں۔بازاروں کی آرائش وزیبائش لٹ چکی ہے۔احباب کی محفلوں کے قہقہے ایک زمانہ ہوا ختم ہو چکے ہیں۔گھر میں گونجنے والی بچوں کی کلکاریاں دم توڑ چکی ہیں۔جس عمر میں بچے کھلونوں سے کھیلتے ہیں اس میں انہیں کھلونوں کے بجائے لاشے مل رہی ہیں۔ذرا تصور کریں یہ ہے وہ ادنیٰ سی جھلک جو آج اسلامی ممالک کے منظر نامہ پر نظر آ رہی ہے۔کوئی ان مسلمانوں کا پرسان حال نہیں۔وہ امت جس کے مقدس رسول نے مسلمانوں کی یکجہتی کو یوں بیان فرمایا تھا کہ امت مسلمہ ایک ایسے جسم کے مثل ہیں کہ اگر اس کے کسی ایک حصہ میں تکلیف ہو تو پورا جسم ہی تکلیف زدہ ہو جاتا ہے۔(مفہوماً) وہ امت مسلمہ کہ جس کے اتحاد کو انما المومنون اخوۃ۔ کے ذریعہ بیان فرمایا گیا آج یہ کتنا افسوس ناک المیہ ہے کہ اسلامی ممالک کے باشندے مر رہے ہیں مگر سعودی حکمراں ہوٹلوں میں عیاشیاں کر رہے ہیں۔شام ،لیبیا، عراق، فلسطین،یمن، جیسے اسلامی ملکوں میں زندگی بسر کرنے والے دانے دانے کو محتاج ہیں مگر یہ عربی حکمراں اپنے عیش کدوں میں مسرت و شادمانی کی بنسی بجا رہے ہیں۔ان ملکوں کے بچے دودھ کو ترس رہے ہیں اور یہ بے حیا و بے غیرت عرب حکمراں اپنے عشرت کدوں میں شراب وشباب سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔شام جل رہا ہے ان کی

پیشانیوں پر کوئی بل نہیں۔عراق تباہ ہو رہا ہے انہیں کوئی فکر نہیں۔مصر میں خون کی ہولی کھیلی جارہی ہے انہیں کوئی پرواہ نہیں۔یمن اور بیروت کے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ ہو چکا ہے مگر ان کے چہروں پر غم واندوہ کی کوئی لہر نہیں۔لیبیا ویران ہو چکا ہے ان کے اوپر کوئی اثر نہیں۔آج یہ بے چارے مسلمان امید وبیم کی کیفیت میں اپنے عربی ممالک کی طرف دیکھ رہے ہیں مگر ان کی فریادرسی کرنے والا کوئی نہیں۔اپنی سرزمین کی تباہ کاریوں اور ہنگامی حالات سے چھٹکارا پانے کے لیے وہ عرب ملکوں کی سرحدوں کو عبور کرنا چاہتے ہیں مگر ان کے لیے یہاں بھی کوئی گنجائش نہیں۔عجب کشمکش کا عالم ہے کوئی پرسان حال نہیں۔عجب کسمپرسی کی حالت ہے مگر کوئی غموں سے نجات دلانے والا نہیں۔

ہجرت پر مجبور مسلمان:- آخران حالات کو دیکھتے ہوئے ان شعلوں سے گھرے ملکوں اور یہاں کی ہنگامہ آرائی سے بچنے کے لیے یہاں کے مسلمانوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اپنے پڑوسی اسلامی ممالک میں پناہ لے لیں مگر انہیں سفاکی کے ساتھ مسلم عرب ملکوں نے اپنی سرحدوں سے کھدیڑ دیا۔ان کے لیے اپنی سرحدیں بند کردیں۔ان کے لیے اور اپنے ہی کلمہ گو بھائیوں کے اوپر اپنی سرزمین کو حرام کردیا۔آخر کار مجبور ہو کر ان لوگوں نے یورپی ممالک کا قصد کیا مگر انہیں کیا پتہ تھا کہ جن ملکوں میں وہ پناہ لینے کے لیے جارہے ہیں وہاں ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا جائے گا۔موت کے جس ہنگامے سے بچ کر وہ یورپین ملکوں کی پُرآسائش فضا میں جانے کے لیے نکلے تھے انہیں کیا پتہ تھا کہ موت سے ان کا پیچھا نہیں چھوٹ پائے گا۔اپنے ملک کی خانہ جنگی سے بچ کر اے رمسلمان یورپ کی کھلی فضاؤں میں جارہے تھے مگر آسٹریا کی سرزمین پر ایک فروزن ٹرک میں بیٹھ گئے جس کے اندر دم گھٹنے سے ان کی موت واقع ہوگئی۔لیبیا سے بھاگ کر یورپی ملک میں پناہ لینے کے لیے سیکڑوں لوگ بحیرۂ روم کے راستے کشتی میں سوار ہو کر جارہے تھے مگر بحیرۂ روم کی ہولناک لہروں کا لقمۂ تر بن گئے۔یہ وہ لوگ تھے جو اپنوں ہی کے ستائے ہوئے تھے۔اپنوں ہی کے ظلم وستم سے مجبور ہو کر زندگانی کی طرف لولگائے جا رہے تھے مگر لقمۂ اجل بن گئے۔یہ وہ بیچارے غریب مسلمان تھے جن پر کوئی رونے والا بھی نہیں۔یہ وہ لوگ تھے جن کا نہ کہیں اندراج تھا اور نہ کسی ملک میں جانے کا ان کے پاس سرٹیفکٹ۔جو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے معدوم ہوگئے۔نہ انہیں شناخت کرنے والا کوئی ہے۔اور نہ ہی انہیں پہچاننے والا۔نہ انہیں کوئی کفن پہنانے والا ہے اور نہ ہی کوئی ان کی نماز جنازہ پڑھنے والا۔اگر اسلامی ممالک ان بے سہارا لوگوں کو پناہ گزیں کی حیثیت سے قبول کرلیتے تو آج ان کی یہ حالت نہ ہوتی۔

دہشت گردی کا خوفناک چہرہ: آسٹریا اور بحیرۂ روم میں مرنے والے ان غریب مسلمانوں کے یہ ہولناک واقعات ابھی سرد بھی نہ پڑے تھے کہ ملک سیریا کے کوبان نامی خطہ کا ایک خاندان یہاں کی خونریزی اور خون آلود فضا سے یورپ کی کھلی فضا میں جانے کے لیے بذریعہ کشتی تیار ہوا۔ابھی کشتی چلی ہی تھی کہ سمندر کی قاتل لہروں نے اسے اپنے آغوش میں لے لیا۔جن میں گیارہ لوگوں کی موت ہوگئی۔اتفاق سے ترکی کے ساحلی شہر بوڈرم میں ساحل سمندر پر ترکی کی فوٹوگرافر نیلوفر دیمیر کی نگاہ تین سالہ ایک ایسے بچے پر پڑی جو لال رنگ کی ٹی شرٹ اور بلو شارٹ پہنے ہوئے پانی کے کنارے پڑا ہوا تھا۔اسے دیکھ کر ایسا لگ رہا تھا جیسے کہ وہ آرام کی

نیند سورہا ہو۔مگر موصوفہ نے جب قریب جاکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ دنیا کے ہر ہنگامے سے دور جاکر چین کی ابدی نیند سو چکا ہے۔انہوں نے فوراً ہی اس بچے کا فوٹو لیا اور پھر پیٹ کے بل لیٹے "الیان کردی" نامی اس بچے کے فوٹو کو سوشل میڈیا پر پوسٹ کردیا۔دنیا کے تمام اخباروں اور نیوز چینلوں نے اس فوٹو کو کافی کوریج دیا۔انٹرنیٹ، وہاٹس ایپ، فیس بک اور ٹیوٹر پر زور وشور کے ساتھ دنیا کے خطہ خطہ میں اس کمسن بچے کا فوٹو وائرل کیا جانے لگا۔دنیا کو امن وآشتی کا پاٹھ پڑھانے والے یورپین ممالک گھڑیالی آنسو بہانے لگے۔مگر بے غیرت عرب حکمرانوں کو یہ گھڑیالی آنسو بھی نصیب نہ ہوئے۔عیسائی حکمران تو دکھاوے کے آنسوں بہارہے تھے۔دکھاوے کی ہمدردیاں جتارہے تھے مگر یہ بے حیا عرب ممالک کے سربراہ ہیں جن کی زبانوں سے دکھاوے کے لیے ہی صحیح ایک لفظ بھی ہمدردی کا نہ نکلا۔بظاہر ایسا لگا کہ یورپین ممالک میں اس واقعہ کا کافی اثر ہوا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ ہماری بے حسی پر شادیانے بجارہے ہیں۔آناً فاناً میں آسٹریا، جرمنی اور فرانس و برطانیہ نے یہ اعلان کیا کہ ہم ان اسلامی ممالک کے ان بے سہارا لوگوں کو مدد دیں گے۔انہیں پناہ گزیں کی حیثیت سے اپنی سرزمین پر جگہ دیں گے۔ان کے لیے رہنے سہنے کا انتظام کریں گے۔ان کی حفاظت کا سامان فراہم کریں گے۔یہ اعلان ہونا تھا کہ اپنوں کے ہاتھوں مجبور اپنی ہی سرزمین پر ذلت ورسوائی اور قتل و غارت گری کی زندگی گزارنے والے امن وآشتی کی تلاش میں سرگرداں اسلامی ممالک کے یہ مسلمان بیچارگی کے ساتھ کاسۂ گدائی لے کر ان ممالک کی سرحدوں کی طرف دوڑ پڑے۔ان ملکوں کی دکھاوے والی ہمدردی پر یقین کرتے ہوئے ہر طرح کی ذلت و رسوائی برداشت کر کے آخر یہ لوگ آسٹریا، آسٹریلیا، جرمنی، فرانس، ہنگری، اٹلی، روم، برطانیہ اور ان جیسے دیگر یورپین ممالک کی سرزمین پر پہنچ گئے۔مگر انہیں کیا پتہ تھا کہ اس ہمدردی کے پیچھے ایک بہت بڑی سازش کا وہ شکار ہو چکے ہیں۔اپنے ملک میں تو انہیں جان و مال عزت وآبرو گنوانا پڑ رہی تھی مگر یہاں تو ایمان سے بھی ہاتھ دھونا پڑ رہا ہے۔ان کی مجبوری اور بے کسی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے عیسائی اور یہودی مشنریاں حرکت میں آگئیں۔عیسائی راہب پناہ گزیں کیمپوں میں متحرک ہو گئے۔بھوکے پیاسے ان مسلمانوں کو کھانا اور پانی دینے سے پہلے پوچھا جارہا ہے کہ کیا تم اپنے دین سے منحرف ہو کر یہاں آئے ہو؟ کیا اسلام کی تعلیمات سے پریشان ہو کر کے تم نے یہاں پناہ لی ہے؟ کیا تمہارا مذہب اسلام سے موہ بھنگ ہو چکا ہے؟ کیا اسلامی ملکوں اور اسلامی حکمرانوں سے تم بیزار ہو چکے ہو؟ اگر وہ ہاں کہتے ہیں تو یہ عیسائی راہب ان کے اوپر پانی کے چھینٹے مارتے ہیں۔پھر انہیں اللہ، ابن اللہ اور عقیدۂ تثلیث کا پاٹھ پڑھایا جانے لگتا ہے۔ساتھ ہی انہیں زبردستی عیسائی مذہب میں داخل کیا جاتا ہے۔

آپ اندازہ لگائیں کہ کتنی خطرناک سازش کا شکار ہے آج امت مسلمہ۔پہلے تو دہشت گردوں کے ذریعہ انہیں تباہ و برباد کیا گیا۔انہیں کی سرزمین کو انہیں کے اوپر تنگ کیا گیا۔بے دریغ مسلمانوں کا خون بہایا گیا اور پھر اس قتل و غارت گری سے پریشان ہو کر یہ بچے کھچے مسلمان اگر پناہ لینے کے لیے ان ملکوں میں گئے بھی تو وہاں ان سے روح ایمان کو چھینا جارہا ہے۔انہیں اسلام سے منحرف کیا جارہا ہے۔اور ان کے مذہب کو تبدیل کیا جارہا ہے۔کیا اس سے یہ واضح نہیں ہو جاتا کہ یہ دہشت گردی کوئی اتفاقی حادثہ نہیں بلکہ

صہیونیت اور عیسائیت کی مشترکہ منصوبہ بندی تھی جس کے تحت بڑے پیمانے پر مسلمانوں کا قتل عام، اسلامی ملکوں کی تباہ و بربادی، اسلام کے مقدس چہرے کی مسخ کنی، اسلام اور مسلمانوں سے دنیا کو منحرف کرنا تھا۔ اس قتل و غارت گری سے بچ کر اگر کوئی بھاگتا تو اس کے مذہب سے اسے بیزار کرنا تھا۔ بڑی حد تک یہ طاقتیں اپنے منصوبوں میں کامیاب ہو چکی ہیں۔ مگر یہ بے حیا سعودی حکمراں اور عرب حکمراں ہیں کہ جن کے چہروں پر غم کی کوئی لکیر نہیں۔ جن کی پیشانیوں پر کوئی شکن نہیں۔ اللہ رب العزت ہی ان بیچارے مسلمانوں کا حافظ و ناصر ہے۔ وہی ان کی جان و مال عزت و آبرو اور دین و ایمان کی حفاظت کرنے والا ہے۔

آج وقت آچکا ہے کہ مسلم قیادت اس فتنہ کے خلاف سرگرم عمل ہو جائے۔ ائمہ حضرات جمعہ کے اہم خطابات کے ذریعہ عوام کو اس وہابی اور دہشت گرد فتنہ سے روشناس کرائیں۔ ارباب مدارس درس و تدریس کے ذریعہ دہشت گردوں کی دہشت گردانہ کاروائیوں کی مذمت کریں۔ قلمکار حضرات اپنے مضامین اور اپنی تحریروں کے ذریعہ اس فتنہ کی تباہکاریوں سے لوگوں کو آگاہ کریں۔ مسلم رہنما دہشت گردانہ عمل کی تردید کریں۔ اہم منصبوں پر فائز مسلم قائدین تردیدی بیانات جاری کر کے ان دہشت گردوں کے اوپر لعنت و ملامت کریں۔ وہابیت اور سلفیت کی کوکھ سے جنم لینے والی ان دہشت گرد تنظیموں اور جہادی گروپوں کے عقائد اور ان کی اصل و حقیقت سے لوگوں کو متعارف کرائیں۔ وہابیت کا یہ فتنہ کل بھی امت مسلمہ کے لیے تباہ کن تھا اور آج بھی تباہ کن ہے۔ وہابیت کے اسی فتنہ نے کل بھی یہودیت، صہیونیت اور عیسائیت کی ایجنٹی کے فرائض انجام دیئے تھے اور آج بھی یہی کام وہ دہشت گردی کا لبادہ اوڑھ کر انجام دے رہے ہیں۔ سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کئی دہائی پہلے وہابیت کے جس فتنہ سے امت مسلمہ کو آگاہ کیا تھا آج وہ فتنہ دہشت گردی کی صورت میں امن عالم کے لیے عظیم خطرہ بن چکا ہے۔ اگر کل لوگوں نے اجتماعی طور پر سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باتوں اور ان کی ہدایات و تعلیمات پر عمل کر کے کلی طور پر اس وہابیت کا بائیکاٹ کر دیا ہوتا تو آج امت مسلمہ کو یہ دن دیکھنا نہ پڑتا۔ مسلمانوں کے خون سے کسی کو ہولی کھیلنے کا موقع نہ ملتا۔ اسلام دشمن طاقتوں کو اپنے منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے وہابیوں، سلفیوں اور دہشت گردوں کی صورت میں یہ رنگروٹ نہ ملتے۔ یہودیوں اور عیسائیوں کو بڑے پیمانے پر مسلمانوں کے مذہب کو تبدیل کرنے کا موقع نہ ملتا۔ وہابی دہشت گردی کی تباہ کن اور سفاکانہ کاروائیوں پر مشتمل فوٹو دیکھ کر کسی مسلم خاتون کو یہ نہ کہنا پڑتا کہ ''اگر یہی اسلام ہے تو میں کافر ہوں'' (معاذ اللہ)

ابھی بھی وقت ہے کہ امت مسلمہ اجتماعی طور پر وہابیت، سلفیت، وہابی ازم کے پیروکار وہابی دہشت گرد تنظیموں اور جماعتوں کا مکمل طور پر بائیکاٹ کرے۔ ان کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، ان کی عیادت کو جانا، ان کی تعزیت کرنا، ان کی نماز جنازہ پڑھنا اور ان سے رشتہ و ناطہ جوڑنا سخت ممنوع قرار دیا جائے۔ ان کو اپنے سے دور رکھا جائے اور ان سے خود بھی دور رہا جائے۔ نہ تو انہیں اپنی مسجدوں میں آنے دیا جائے اور نہ اپنے نوجوانوں کو ان کی مسجدوں میں جانے دیا جائے۔ مسلم نوجوانوں کو ان کے دام تزویر میں پھنسنے سے بچایا جائے۔ یہی پیغمبر اسلام کا پیغام ہے اور یہی اسلام کی صحیح تعلیم ہے۔

فریضۂ حج کی ادائیگی میں حجاج کرام کا مالی استحصال

از: مولانا جلوید احمد عنبر مصباحی، بانی وسربراہ علامہ فضل حق خیرآبادی چیریٹیبل فاؤنڈیشن، جزائر انڈمان۔ ہند

حج بیت اللہ اور زیارت حرمین طیبین وہ مقدس سفر ہے جو شاید دنیا کے ہر سفر سے بہتر ہے۔ اور بجا طور پر اس راہ میں مسلمانوں (زائرین) کی ممکن مدد ہر مسلمان پر ضروری ہے، اس سفر کو دنیا کمانے یا حاجیوں کو لوٹنے کا ذریعہ بنانے والے اشخاص تاریخ اسلام کے بدترین لوگوں میں شمار ہوں گے۔ یہ جان کر ہم سخت حیرت میں ہیں کہ اس سال ۱۴۳۶ھ میں فریضۂ حج کی دائیگی کے لیے سب سے سستا گورنمنٹی کوٹہ پونے دولاکھ روپے کا ہے۔ ویسے حج کے نام پہ مسلمانوں کے جذبات سے کھلواڑ کا سلسلہ سلطنت عثمانیہ کے زوال اور ہندوستان کی آزادی کے بعد سے ہی چلا آرہا ہے۔ یہ کوئی نیا حادثہ نہیں ہے، مگر یہ تکلیف اس وقت اور دوگنا ہوجاتی ہے جب حکومت ہمیں حج سبسڈی کی خیرات دینے کی جھوٹی باتیں پھیلاتی ہے، اور غیرت ایمانی اس وقت تو اور زیادہ ہوجاتی ہے جب سعودی مفتی یہ کہہ دیتا ہے کہ سبسڈی پہ حج کرنے والوں کا حج قبول نہیں۔ مطلب بے چارے ہندوستانی مسلمان انسان نہ ہوئے کہ جاگیرداروں کے ہاتھوں میں پستے وہ بندھوا مزدور ہوئے جن کے جذبات سے جو جب چاہے کھیل لے۔ آیئے! جانیں سفر حج کے اہم اخراجات کی مکمل تفصیل۔

حج میں حاجیوں کے پانچ اہم اخراجات ایسے ہیں جن پر آپ زیادہ غور کرسکتے ہیں۔ (۱) ہوائی جہاز کا ٹکٹ۔ (۲) ہوٹل کا کرایہ۔ (۳) کھانا پینا۔ (۴) حج کمیٹی کا انتظامی امور میں خرچ اور (۵) حج سے متعلق معاملات پر سعودی حکومت کا خرچہ۔ اگر ہم لازمی اخراجات کے علاوہ خرچ پہ کنٹرول رکھیں اور سفر حج کو سفر خریداری نہ بنائیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہندوستانی حکومت اور سعودی مفتی کے ''طعنۂ سبسڈی'' کو ٹھکرانے کے باوجود ایک حاجی کا خرچہ ایک لاکھ سے زیادہ نہ ہو۔

(۱) پہلے ایک نکتہ ذہن نشیں رہے کہ ریل اور بس کی طرح ہوائی جہاز کا کرایہ متعین نہیں ہوتا، کبھی آپ دہلی سے انڈمان صرف دو ہزار روپئے میں بھی پہنچ سکتے ہیں تو کسی وقت آپ بیس ہزار میں بھی دہلی سے انڈمان کا ٹکٹ حاصل نہیں کرسکیں گے۔ عام طور پر ہندوستان کے مختلف شہروں سے جدہ، دبئ وغیرہ عرب ملکوں کا راؤنڈ ٹکٹ (جانے اور واپسی کا ٹکٹ) پندرہ سے تیس ہزار روپے تک کا ہوتا ہے۔ اور چونکہ حجاج اپنی رقم چھ ماہ قبل جمع کرادیتے ہیں جس کی بنیاد پہ ٹکٹ کی رقم میں غیر معمولی گراوٹ کا ہونا عام حالات میں یقینی ہے۔ اس طرح یہ کہا جاسکتا ہے کہ چھ ماہ قبل ٹکٹ بک کرنے کی صورت میں ایک حاجی کا راؤنڈ ٹکٹ اوسطاً بیس ہزار سے زائد کا نہیں ہونا چاہئے۔ یہ تو اس صورت میں ہے جب آپ ایک دو ٹکٹ بک کریں، مگر جب لاکھوں ٹکٹ خریدنے کی صورت ہو تو یہ رقم اور کئی گنا گرسکتی ہے۔ ہوائی جہاز کے ٹکٹ نظام سے واقفیت رکھنے والے بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ اگر حج پہ جانے والے تقریباً ڈھائی لاکھ ہندوستانی مسلمانوں کے لیے چھ ماہ قبل Bulk میں ٹکٹ خریدا جائے تو شاید اس وقت یہ راؤنڈ ٹکٹ کسی

بھی حالت میں چھ سے دس ہزار روپئے سے زائد کا نہ ہو۔اس طرح یہ بات دو اور دو چار کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ایک حاجی کے جدہ پہنچنے اور وہاں سے اپنے گھر واپسی کا ہوائی خرچہ (بہت زیادہ ہونے پر بھی) بیس ہزار سے متجاوز نہیں ہونا چاہئے۔

(۲) یہ مبارک سفر حج کہلاتا ہے، اور اس میں ہر مسلمان پہ یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ہر ممکن اور جائز مدد حاجیوں کو پہنچائے۔ بالخصوص یہ فریضہ ان لوگوں پر زیادہ عائد ہوتا ہے جو حرمین طیبین میں رہتے ہیں اور ان میں بھی خاص الخاص اس شخص پر یہ ذمہ داری مستحب کے درجہ سے نکل کر واجب عین کے مرحلہ میں داخل ہو جاتی ہے جو خود کو "خادم الحرمین الشریفین" کہتا اور کہلواتا ہے کہ وہ اس بات کو یقینی بنائے کہ اس کی طرف سے ہر ممکنہ مدد حاجیوں تک پہنچ رہی ہے یا نہیں؟ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ وغیرہما زاد اللہ لهما شرفا و فضلا میں حاجیوں کے قیام کے سلسلے میں سعودی حکومت سے جانے انجانے میں بہت بڑی بھول ہو رہی ہے۔ اگر ممکن ہو سکے تو خادم الحرمین الشریفین دنیا بھر سے جانے والے اپنے مخدوم و مہمان (حاجیوں) کو بمفت قیام دینے کی کوشش کریں، مگر ہم جانتے ہیں کہ یہ ایک خاصا مشکل مسئلہ ہوگا اسی لیے ہم ان سے یہ مطالبہ نہ کر کے یہ درخواست کرتے ہیں کہ برائے کرم آپ حاجیوں سے مناسب کرایہ وصولی پہ خاص توجہ دیں، اس بات کو یقینی بنائیں کہ خدمت حجاج کے نام پر ڈکیتی کا کاروبار تو نہیں چل رہا ہے۔اس سلسلے میں حکومت چاہے تو خانہ کعبہ اور مسجد نبوی ﷺ کے ارد گرد کی ۴ رکلومیٹر مربع زمین مطلوبہ مقدار میں اپنی جائز تحویل میں لے کر ان پر عالیشان عمارتیں تعمیر کروا کر مناسب اور معقول کرایہ کے عوض حج اور عمرہ پہ جانے والوں کے قیام کا انتظام کرے۔ جو لوگ حج یا عمرہ پہ جا چکے ہیں وہ اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ وہاں ایک روم میں عموما پانچ حجاج کو رکھا جاتا ہے، اس طرح اگر ان حجاج سے یومیہ ۲۰۰ ر روپے فی حاجی کی شرح سے کرایہ وصول کیا جائے تب بھی انھیں ایک مختصر سے روم کا کرایہ ۱۰۰۰ ر روپے روزانہ حاصل ہوں گے، جو یقینی طور پر سعودی عرب کے لیے نفع بخش تو ہو سکتا ہے مگر گھاٹے کا سودا نہیں۔اس حساب سے ہم دیکھیں تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حرمین طیبین میں چالیس دنوں کے قیام کا مناسب خرچہ فی حاجی (۲۰۰×۴۰=۸۰۰۰) ۸ ر ہزار ہندوستانی روپئے سے زائد نہیں بنتا ہے۔

(۳) کھانے کے لیے یومیہ اوسطاً ۳۰۰ ر ہندوستانی روپئے کا خرچ ایک حاجی پہ جوڑیں تو چالیس دن کا خرچہ (۳۰۰×۴۰=۱۲۰۰۰ ر ہندوستانی روپئے) بنتا ہے۔ہم سعودی عرب سے حرمین شریفین کے مہمانون کے لیے مفت کھانے کا انتظام کرنے کی درخواست نہیں کرتے ہیں، مگر یہ تو ان کی لازمی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ کم سے کم نفع پہ حجاج کرام کو کھانا مہیا کرائیں، انھیں بھی کوئی نقصان نہ ہو اور حجاج کے ساتھ "قانونی ڈکیتی" بھی نہ ہو۔

(۴) حج کمیٹی کے انتظامی امور اور اس کے اسٹاف کی تنخواہوں کے لیے ہم سالانہ سو کروڑ کا بجٹ فرض کرتے ہیں تو فی حاجی تقریبا ۴ ر ہزار روپئے مزید بڑھ جائیں گے۔ پورے ملک میں اگر حج کمیٹی کے معاملات کے نپٹارے کے لیے ۱۰۰۰ ر عملہ فرض کریں اور اوسطا ہر فرد کی تنخواہ تیس ہزار روپئے فی ماہ سے حساب لگائیں تو ۳۶ ر کروڑ کا بجٹ بنتا ہے۔ مزید ۶۴ ر کروڑ ہم اس کے دیگر اخراجات فرض کریں تو بھی حج کمیٹی کا انتظامی خرچ سو کروڑ سے زائد نہیں جائے گا۔ ویسے ہم

حج سبسڈی کا طعنہ دینے والوں کو یہ جواب بھی دے سکتے ہیں کہ آپ ہمیں سبسڈی نہ دیں بلکہ صرف حج کمیٹی کا خرچ اٹھالیں کیونکہ ان پر آپ حکومت کرتے ہیں۔

(۵) سعودی حکومت کے وزارت خارجہ اور حج سے متعلق دیگر اخراجات کو فی حاجی دس ہزار ہندوستانی روپے مان لیں تو بھی سعودی حکومت کو ڈھائی ہزار کروڑ سے ساڑھے تین ہزار کروڑ کا فائدہ ملے گا۔

چلئے مزید پانچ ہزار روپے حاجیوں کے دیگر اخراجات مثلا بس سفر وغیرہ کے لیے مان لیتے ہیں۔

اس طرح جب ہم حساب لگاتے ہیں تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اہم اخراجات (۲۰۰۰۰+۸۰۰۰+۱۲۰۰۰+۴۰۰۰+۱۰۰۰۰+۵۰۰۰=۶۰۰۰۰) ساٹھ ہزار کے اندر پورے ہو سکتے ہیں اور وہ بھی بشمول کھانا پینا، جبکہ ایک حاجی کو تقریبا دو لاکھ دینے کے بعد بھی عرب کی پاک سرزمین پہ اپنے لیے خود کھانے کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔ عربوں کی مہمان نوازی تو دور ان کی غیرت بھی نظر نہیں آرہی ہے۔ سِقایۃ الحاج جیسی نیک خصلتیں صرف پڑھنے کے لیے رہ گئی ہیں۔

مسلمانوں سے اپیل ہے کہ اس مدعا کو دونوں حکومتوں کے سامنے زور وشور سے اٹھائیں تا کہ حاجیوں کے ساتھ ''قانونی ڈکیتی'' کا سلسلہ ختم ہو اور حج کے نام پر ہندوستانی مسلمانوں کے ''معاشی استحصال'' کا ایک دروازہ بند ہو۔ ذرا سوچئے یہ بدعنوانی کتنی منظم اور کتنی عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں خیر کی توفیق سے نوازے۔ آمین!

صفحہ ۸/ کا باقی ۔وصولی چندہ رینوکوٹ

صفحہ ۸/ کا باقی

نام	رقم	نام	رقم
محمد ناہر	۱۵۰	نجم النساء	۵۰۰
توحید عالم	۱۰۰	عبدالحکیم انصاری	۷۰
محمود انصاری	۱۰۰	معین صدیقی	۵۰۰
صلاح الدین	۱۰۰	سید فیاض احمد	۶۰۰۰
محمد قیام الدین	۵۰۰	اعظم انصاری	۱۰۰
شمس الدین انصاری	۵۰	محمد ہاشم قریشی	۲۰۰۰
عبدالرزاق عرف بگڑ	۴۰۰	محمد اکرم عرف منا	۱۰۰
عبدالحفیظ موذن	۵۰۰	حافظ ثناء المصطفیٰ	۳۰۰
حاجی حسن رضا قادری	۲۰۰۰	معین انصاری	۱۰۰
جعفر علی مرغا والے	۱۵۰	محمد اسلم انصاری	۱۵۱
مختار احمد انصاری	۱۰۰	بیرن بھائی پھل والے	۵۱
جیسوال	۵۰۰	فیروز بھائی	۲۵۱
محمد مشتاق قریشی مرزاپور	۵۱۰۰	لیاقت علی گھنٹہ گھر	۲۰۰
محمد اقبال ڈیز	۲۰۰	محمد اقبال قریشی	۱۰۱
ببلو قریشی	۵۱	نگینہ خاتون	۲۱۱
شمس الحق قریشی	۱۰۱	محمد علی تکیہ دانوشاہ	۲۰۰
حاجی محمد آزاد	۲۰۰	آفتاب احمد	۱۰۰۰
عرفان احمد	۵۰۱	اکرام الحق	۵۰۱
مہتاب احمد	۲۰۰	رمضان علی	۱۰۱
رونق علی گونڈوی	۱۰۰	محمد علی عرف بیچو	۵۰۰
غلام حسن بڑکو جوجھاروپور	۸۳۰	لعل محمد گوہار نپوروا	۷۸۶
محمد شبراتی بیراگی پوروا	۲۵۰	منشاط بانو ہتھوانی	۲۵۰
اکبر علی گونڈوی	۲۵۰	سمیع اللہ بیراگی پوروا	۱۵۲
رمضان علی راماپور	۱۰۰۰	محمد مختار صاحب	۲۵۲
ریحان عالم	۵۰۰	محمد یاسین بابو قریشی	۲۱۰۰

یہ کیسی بازیگری ہے؟

از:- مفتی محمد شمشاد حسین رضوی، پرنسپل مدرسہ شمس العلوم گھنٹا گھر بدایوں شریف

دنیا میں عجیب عجیب قسم کے بازیگر ہیں......جس قدر دنیا رنگین ہے اسی قدر بازیگروں کے انداز بھی نرالے ہیں......کون بازیگر کیا بازیگری کرتا ہے؟ یہ بتانا بڑا مشکل ہے......کون، کب اور کیا پینترا بدلتا ہے؟ اس کا احساس کسی کو نہیں ہوتا...... جب کوئی پینترا بدل دیتا ہے اور بازیگر جب اپنا کھیل شروع کر دیتا ہے تب کہیں جا کر احساس ہوتا ہے کہ یہ کیا ہوا؟ اور کیا ہو رہا ہے؟ اور اب کیا ہوگا؟ ......ان دنوں جماعت اہلسنت میں جو کرب واضطراب، اور اندرونی کشمکش پائی جاتی ہے......وہ کسی سے پوشیدہ نہیں......ہماری جماعت کا ہر ایک فرد اس کیفیت کو محسوس کر رہا ہے اور اپنے آپ میں تلملا رہا ہے کہ ہم کیا تھے؟ اور کیا ہو گئے؟......بازیگری کا ایک فارمولہ یہ بھی ہے کہ پہلے آگ لگاؤ......پھر اس میں اپنا ہاتھ سینکو......اس کے بعد آگ بجھاؤ اور لوگوں کی ہمدردیاں بٹورو......دور حاضر میں زیادہ تر لوگ اسی فارمولہ پر عمل کر رہے ہیں......سیاست کے گلیاروں میں یہی کھیل کھیلا جا رہا ہے......سماج اور معاشرہ میں بھی یہی ہو رہا ہے ......اب تک مذہب اس قسم کے کھیلوں سے پاک تھا......صاف اور ستھرا تھا......اب مذہب میں بھی یہی ہو رہا ہے......لوگ آئے دن شگوفے چھوڑتے جا رہے ہیں......اسی طرح کے عجیب وغریب شگوفوں میں ایک شگوفہ یہ بھی ہے جس کے تعلق سے مجھے کچھ عرض کرنا ہے......وہ شگوفہ یہ ہے۔

''(۳) اسلام جب ہندوستان میں آیا تو سنی اور شیعہ کی شکل میں ان میں جو حق پر ہے، یہ بھی واضح ہے اور جو حق پر نہیں ہے۔

اس حقیقت سے بھی لوگ واقف ہیں، لیکن اہلسنت وجماعت کے لئے ''سنی'' کے بجائے لازمی طور سے کسی دوسرے نام اور عنوان کا استعمال کتنا مفید ثابت ہو رہا ہے اور کتنا مضر؟ یہ موجودہ جماعتی صورت حال کے تناظر میں باضابطہ غور وخوض کا ایک موضوع ہے، اس موضوع پر فکر وتدبیر کے کامیاب مذاکرے کھل کر ہونا چاہیئے تاکہ جماعتی انتشار کا ناسور، جڑ سے ختم ہو جائے کیونکہ جو زخم سکھانے والی دواؤں سے ختم نہ ہو آپریشن کر کے خراب گوشت نکال کر اس کا علاج کیا جاتا ہے۔ ہمیں اپنے وہی نام اور عنوان استعمال کرنا چاہیئے۔ جس سے ''اہلسنت وجماعت'' اور ''سواد اعظم'' کا پیغمبرانہ عنوان کوئی دوسرا نہ استعمال کرنے لگے اور ہم صفائی دیتے پھریں کہ یہ ہمارا تشخص ہے۔ یہ ہمارا نام اور عنوان ہے''۔

یہ وہ پیغام اور تجویز ہے جو اجمیر شریف میں منعقد ۶، ۷ جون کو ۲ ربڑی اور ۴ ر مشاورتی نشستوں میں جملہ مندوبین نے پاس کیا......یہ تجویز اور پیغام کیسا ہے؟ کیا اس میں کوئی مخلصانہ نصیحت ہے؟ یا پھر نصیحت کے روپ میں مہلک جراثیم ہیں جو جماعت اور ملت حسنہ کے جسم و

اعضاء میں پیوست کئے جار ہے ہیں۔اگر یہ نظریہ کسی فرد واحد کا ہوتا یا کسی نادان کا ہوتا تو اسے نظر انداز کیا جاسکتا تھا کہ کسی بھی فرد سے غلطی ہوسکتی ہے اور نادان تو بہر حال نادان ہے اس سے نادانی کے ظہور کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے مگر افسوس اس بات پر ہے کہ یہ نظریہ ایک جماعت نے پیش کیا اور وہ بھی اس جماعت نے جس کا ہر ایک فرد اپنے آپ کو''دانشمند اور دانشور'' کہتا ہے صرف اسی حد تک محدود نہیں بلکہ وہ اپنے آپ کو معمار کی حیثیت سے تعارف کراتا ہے ......اس لئے ضرورت ہے کہ اس پر غور وفکر کرلیا جائے اور فکر وتدبیر کے مذاکرے بھی...... چلیئے تحریری مذاکرے کی ابتدا میں خود ہی کردیتا ہوں۔

الف......اس بات پر میرا اتفاق ہے کہ ہندوستان میں جب اسلام آیا تو شیعہ اور سنی کے روپ میں آیا

ب......اس کے بعد''اہلسنت وجماعت'' ہی میں سے کچھ افراد نے وہابی نظریات کو اپنایا اور''اہلسنت وجماعت'' کے عقائد کو چھوڑ کر محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیروکار ہوئے۔تو ہندوستان کے مسلمانوں نے انہیں''وہابی،، کہا اور اسی نام سے وہ پورے ہندوستان میں مشہور ہوئے پھر بعد میں انہوں نے اپنے آپ کو''محمدی''اور''اہل حدیث'' کہا۔اس پر انہیں صبر نہ ہوا۔تو یہ بدعقیدہ لوگ اپنے آپ کو ''سلفی'' کہنے لگے، لکھنے لگے مگر اس سے کیا ہوا؟ انہیں کوئی فائدہ پہونچا؟ کیا ایسوں کی شخصیات اور نظریات میں کوئی بدلاؤ آیا؟ کوئی انقلاب برپا ہوا؟ کیا ان کی زندگی میں کوئی نکھار پیدا ہوا؟ نہیں ہرگز نہیں! حقیقت واضح ہے کہ دلوں کا فساد،نظریوں کا بگاڑ؟ ایسا متعدی مرض ہے کہ یہ مرض جس لفظ کو چھولیتا ہے وہ بھی بیمار ہو جاتا ہے اور اس کے ایک ایک حرف سے تعفن اٹھتا ہوا دکھائی پڑتا ہے......دیکھیئے تو سہی...... باطل فرقہ نے اپنے آپ کو''وہابی'' کہنے سے بچنے کے لئے کیا کیا نہ تدبیر کی؟ اپنا نام''اہل حدیث'' رکھا بات اس سے بھی نہ بنی تو اپنے آپ کو''سلفی'' کہا مگر اس سے کیا نتیجہ نکلا؟ میرے خیال میں اسے اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا بلکہ اس کا اثر یہ ہوا کہ اہل حدیث اور سلفی وہابی کا مترادف ہوگیا......دن کے اجالوں میں بھی یہ ترادف نظر آتا ہے اور رات کے اندھیروں میں بھی......اہل حدیث اور سلفی ہندوستان کے جس کونے میں بولیئے اس سے وہابی اور غیر مقلد ہی سمجھ میں آتے ہیں اس کے علاوہ کچھ اور سمجھ میں نہیں آتا ہے ......اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب باطل فرقوں نے اپنے لئے مختلف ناموں کا استعمال کیا تو یہی نام،الفاظ،اور حروف ان کے فاسد عقائد اور کاسد نظریات کے آئینہ دار ہو گئے ......اور ان لفظوں میں کوئی نیا پن نہیں آیا اور نہ اس سے جمالیات کا انعکاس ہوتا ہوا محسوس ہوا۔۔

ج......اسی طرز ادا میں ہم یہ بھی کہنا چاہتے ہیں کہ ہم ہی''ما انا علیہ واصحابی'' پر کاربند ہیں ......اشعری اور ماتریدی بھی ہم ہی ہیں ......مقلدین کے زمرے میں بھی ہمارا ہی شمار ہوتا ہے......اہل سنت کون ہے؟ وہ بھی ہم ہی ہیں! اور،، سنی،، بھی ہم ہی کہلاتے ہیں اور دور حاضر میں''بریلوی'' بھی ہم ہی کہلاتے ہیں......چونکہ ہمارے دلوں میں اجالا ہے......حسن ودلکشی ہے......تاب وتوانائی ہے......

شگفتگی اور خوش عقیدگی ہے......ہم جہاں بھی جاتے ہیں اسی انداز میں ہمارا استقبال ہوتا ہے اور لوگ ہمیں خوش عقیدہ سمجھ کر ہی ہمارا خیر مقدم کرتے ہیں......آج تک کسی نے بھی ہمارے اوپر اس معنی میں انگلی نہیں اُٹھائی ہے کہ ہم ایسے ہیں اور ویسے ہیں......اگر کہیں اس طرح کی انگلی اُٹھائی گئی ہے تو ہمیں بتایا جائے......سوائے اس کے کہ ہمارے اوپر وہی حملے کئے جاتے ہیں جو اہلسنت پر برسوں سے کئے جاتے رہے ہیں......اس سے صاف طور پر نمایاں ہوتا ہے کہ بریلوی سے مراد اہلسنت و جماعت ہی لیا جاتا ہے......اس کے علاوہ کچھ اور مراد نہیں......تو پھر بتایا جائے کہ ہم اپنے آپ کو ''بریلوی'' کہنا اور کہلوانا کیوں بند کریں؟ اور اپنے بہترین موقف سے منحرف ہوکر اسے بحث وتمحیص اور فکر وتدبیر کی میز پر لانے کی کیا ضرورت ہے؟ اگر بریلوی کہنے اور کہلوانے پر روک لگانے کی ضد ہی ہے تو ہمارا مطالبہ ہے ماتریدی اور اشعری کہنے اور کہلوانے پر بھی روک لگائی جائے کہ دونوں کی نوعیت ایک ہے......ایک کو سروں پر بٹھانا اور دوسرے کو نظروں سے گرانا کہاں کا انصاف ہے؟ اور اس تعلق سے جو تجویز آپ لوگوں نے پیش کی......وہ نہایت ہی بری تجویز اور بدنما تدبیر ہے اور دانشوری سے منحرف ہے

د......جہاں تک ''سواد اعظم'' کی بات ہے وہ تو ہماری حقیقت ہے......ہماری ماہیت اور ہمارا تشخص ہے......کوئی غیر اسے کیسے اپنا سکتا ہے؟ اگر اسے اپنانا ہی ہوتا تو اب تک اپنالیا ہوتا......تاریخ یہی بتاتی ہے کہ انہوں نے کبھی اور کسی بھی دور میں اپنے آپ کو ''سواد اعظم'' نہیں کہا ہے مگر افسوس اس بات پر ہوتا ہے کہ ہماری ہی جماعت کے کچھ افراد غیروں کے لئے اس کی راہ ہموار کر رہے ہیں......یہ لمحہ یقینی طور پر فکریہ لمحہ ہے اور یہ تشویش کا مقام ہے ہماری جماعت کے افراد میں یہ ہنر کہاں سے اور کیسے آیا؟ اس پر پوری جماعت کو غور کرنا چاہیئے۔

س......سواد اعظم......پیغمبرانہ نام اور عنوان ہے اور ہم ہی اس کے مصداق ہے کوئی دوسرا اس کا مصداق نہیں ہوسکتا......اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عنوان ہمیں عطا فرمایا ہے اور ہمارے لئے خاص کیا ہے تو پھر دوسرا اس عنوان کو کس طرح چرا سکتا ہے؟ کبھی اس پہلو پر آپ نے غور کیا؟ نہیں!......تو مناسب معلوم ہوتا ہے......اب غور کر لیجئے......شاید کوئی خوشگوار پہلو آپ کے لئے نکل آئے اور اناپ شناپ باتیں نوک قلم پر آنے سے رُک جائیں......سواد اعظم کی حقیقت یہ ہے کہ وہ حق پر ہوگا اور صدق وصفا اس کی ماہیت......جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت گمراہیت پر جمع نہیں ہوسکتی کیا یہ حقیقت نہیں ہے؟ تہتر فرقوں میں سے بہتر فرقے گمراہیت پر جمع ہو چکے ہیں ان میں سے کوئی حق پر نہیں ہے تو یہ اپنے آپ کو ''سواد اعظم'' کیسے کہہ سکتے ہیں؟......یہ بات بھی سچ ہے کہ سواد اعظم میں کثرت افراد پر نظر رہتی ہے اور ضرور رہتی ہے مگر یہ اس کی ثانوی حیثیت ہے......اسی لئے ہمارے علمائے کرام نے فرمایا کہ افراد اگرچہ کم ہو جائیں تو سواد اعظم پر کوئی فرق نہیں پڑسکتا......اگر ایک بھی فرد حق پر ہے اور وہ فرد

بھی کسی پہاڑ کی کھوہ میں ہے تو وہی سواد اعظم ہے۔۔۔۔۔شرح فقہ اکبر ص۲ میں ہے عن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ لو کان فقیھا واحداً علیٰ رأس جبل لکان ھو جماعۃ ومعناہ انہ حیث قام بما قام بہ الجماعۃ فکأنہ جماعۃ ومنہ قولہ تعالیٰ ان ابراھیم کان امۃ وقد قیل۔

ولیس من اللہ بمستنکر
ان یجمع العالم فی واحد

ترجمہ:- حضرت سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اگر ایک بھی فقیہ پہاڑ کی چوٹی پر ہو تو وہی جماعت ہے یعنی سواد اعظم ہے۔۔۔۔۔ اس کا مطلب یہ ہے وہ فقیہ جہاں بھی قیام پذیر ہوگا تو ان تمام خوبیوں کے ساتھ قیام پذیر ہوگا جن سے جماعت برقرار رہتی ہے اور یہی مطلب اللہ پاک کی اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ ان ابراھیم کان امۃ اسی کے تعلق سے یہ شعر بھی ہے۔

ولیس من اللہ بمستنکر
ان یجمع العالم فی واحد

یعنی اللہ سے بعید نہیں ہے کہ ایک عالم میں پورے عالم کو جمع کردے۔۔۔۔۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں ہمارے لئے ''سواد اعظم'' کا نام اور عنوان دیا ہے وہیں میرے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رحمت سے اس لقب کی حفاظت بھی فرمادی ہے اسی لئے باطل فرقوں میں سے کسی بھی فرقہ نے اپنے لئے اس کا استعمال نہیں کیا ہے۔۔۔۔۔اس مذکورہ بالاتحریر کے تناظر میں تجویز کا درج ذیل حصہ (ہمیں اپنے لئے وہی نام اور عنوان استعمال کرنا چاہیئے۔ جس سے ''اہلسنت و جماعت'' اور ''سواد اعظم'' کا پیغمبرانہ عنوان کوئی دوسرا نہ استعمال کرنے لگے اور ہم صفائی دیتے پھریں کہ یہ ہمارا تشخص ہے۔ یہ ہمارا نام اور عنوان ہے)۔

کس قدر مفید ہے؟ اور کس قدر مضر ہے؟ قارئین خود اس پر اپنی رائے قائم کرلیں۔۔۔۔۔ جہاں تک جماعتی انتشار کی بات ہے اس بارے میں عرض ہے اس کی وجہ ''مسلک اعلیٰ حضرت'' اور ''بریلوی'' جیسی عظیم اصطلاحوں سے انکار کرنا ہے اگر ان اصطلاحوں کا وجود ہی انتشار کا سبب ہوتا تو یہ انتشار اکابر کے دور ہی میں وجود میں آگیا ہوتا۔۔۔۔۔ایسا ہوا نہیں! اس سے ثابت ہوا کہ انکار وجہ نزاع ہے وجود نہیں۔۔۔۔۔یہ کس قدر حیرت کی بات ہے؟ کہ پہلے انکار کے سہارے جماعت میں انتشار پھیلا گیا اور پھر اناپ شناپ تحریروں کے ذریعہ اسے بھڑکایا گیا اور جب پورے طور پر جماعتی نظام جل کر راکھ میں تبدیل ہوگیا تو فکر و تدبیر کے سہارے مذکورہ اصطلاحوں کو جڑ سے مٹانے کی تیاری کی جارہی ہے۔۔۔۔۔اسی لئے میں کہتا ہوں یہ بازی گیری ہے اور اس میں جو افراد حصہ لے رہے ہیں سب کے سب بازی گر ہیں۔۔۔۔۔دعا ہے ایسے بازیگروں سے اہلسنت و جماعت کو محفوظ رکھے آمین بجاہ سید المرسلین۔

☆

آج بھی ہو جو براہیم سا ایماں پیدا!

از: مولانا محمد قمر رضا بریلوی، خطیب سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل پورٹ لوئس، ماریشس

قربانی عربی زبان کے لفظ ''قرب'' سے مشتق ہے۔ جس کا معنی ہے ''کسی شی سے قریب ہونا'' اور قربانی اللہ عزوجل اور بندہ کے درمیان قرب کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ بندہ قرب الٰہی اور رضائے الٰہی کے لئے قربانی کرتا ہے۔ اللہ رب العزت نے ہر امم واقوام کو قربانی کا حکم دیا جس کا ذکر قرآن میں ہے ''ہر امت کے لئے ہم نے ایک قربانی مقرر فرمائی کہ اللہ کا نام لیں اس کے دیے ہوئے بے زبان چوپایوں پر'' (الحج آیت ۳۴) سب سے پہلے کس نے بارگاہ خداوندی میں قربانی پیش کی اس سلسلہ میں بھی قرآن ہماری رہنمائی کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ حضرت آدم علی نبینا علیہ السلام کے بیٹے ہابیل اور قابیل نے بارگاہ خداوندی میں اپنے اپنے مال کی قربانی پیش کی تو اللہ رب العزت نے ھابیل کی قربانی کو قبول کیا اور قابیل کی قربانی مردود ہوئی تو قابیل نے حسداً کہا کہ میں تجھے قتل کردوں گا۔ ھابیل نے جواباً کہا کہ اللہ رب العزت متقیوں کی قربانی قبول کرتا ہے۔ اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوئی کہ اللہ رب العزت اسی بندہ کی قربانی قبول کرتا ہے جس کا دل تقویٰ و پرہیز گاری سے معمور ہو اور قربانی قرب الٰہی و رضائے الٰہی کے لئے ہو۔ اس طرح قربانی کا آغاز ہوا اور ہر امت میں یہ رسم باقی رہی۔ انبیائے بنی اسرائیل کی امتیں بھی قربانی کیا کرتی تھیں۔ تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ سلطنت روما کے باشندے بھی اپنے دیوی دیوتاؤں کے لئے قربانی پیش کیا کرتے تھے اور یہ لوگ اس قسم کی قربانی میں نہ صرف جانور ہی بلکہ جانوروں کے ساتھ ساتھ بعض موقعوں پر انسانوں کی بھی قربانی دیا کرتے تھے۔ تاریخ کے جھروکوں سے یہ بھی نظر آتا ہے کہ قدیم مصر کے لوگ اپنے دیوتاؤں کا تقرب حاصل کرنے کے لئے اور ان کو راضی کرنے کے لئے ہر سال ایک نوجوان دوشیزہ کو بناؤ سنگھار کر کے دریائے نیل کی موجوں کی نذر کردیا کرتے تھے اور یہ سلسلہ فتح مصر تک جاری رہا۔ مگر جب مسلمانون نے مصر فتح کیا تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں اس پر پابندی لگائی۔

امت محمدیہ کی قربانی کی اصل: یہ وہ قربانی جس کو اللہ رب العزت نے ''ذبح عظیم'' کے نام سے موسوم کیا۔ یہ تسلیم ورضا کے پیکر ایک باپ اور اطاعت شعار وفرماں برداری میں بے مثال ایک بیٹے کی طرف سے خلوص وللّٰہیت کے ساتھ رضائے الٰہی اور قرب الٰہی کے لئے پیش کی گئی تھی۔ اس بے لوث قربانی کا تذکرہ کچھ اس طرح ملتا ہے۔ کہ آج سے تقریباً پانچ ہزار سال قبل ایک شفیق باپ اور اللہ کے مقدس نبی نے اپنی عمر کے آخری مراحل میں اپنے بڑھاپے کے تعاون کے لئے بارگاہ خداوندی میں بڑی

گریہ وزاری کے ساتھ دل میں چھپی ہوئی اس تمنا کو ظاہر کرتے ہوئے دعا کی ’’اے میرے رب مجھے نیک فرزند عطا فرما‘‘ اللہ رب العزت نے اپنے پیغمبر کی اس دعا کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمایا اور عمر کے آخری پڑاؤ میں ناامیدی اور مایوسی کے ایام میں ایک حلیم و بردبار لڑکے کی بشارت دی۔ بڑی آرزوؤں اور تمناؤں کے بعد اولاد کی نعمت سے سرفراز کئے گئے اور اللہ کے اس مقدس نبی کے گھر میں فرزند کی آمد سے خوشی کے چراغ روشن ہوگئے۔ ابھی ان چراغوں کی روشنی مدھم بھی نہ پڑھی تھی اور فرزند صالح حالت شیر خوارگی ہی میں تھا کہ حکم خداوندی ہوتا ہے کہ اے ابراہیم! اپنے بیٹے اسمٰعیل کو بے آب وگیاہ وادی میں چھوڑ آؤ۔ بڑا ہی نازک مرحلہ تھا ایک ایسی جگہ چھوڑ نے کا حکم ہوا جہاں انسانی آبادی بھی نہیں تھی اور جو وادی غیر ذی زرع تھی ۔لیکن مالک حقیقی کے اس حکم کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اس کی بھی تعمیل کی اور ان کی ماں حضرت ہاجرہ کے ساتھ اپنے بڑھاپے کے سہارے، اپنی تمناؤں وآرزوؤں کے مرکز، رات ودن کی دعاؤں کے ثمر، گھر کے چشم وچراغ اور جان سے زیادہ عزیز فرزند کو مکہ کی سنگلاخ پہاڑیوں اور وادی غیر ذی زرع میں چھوڑ آئے۔ جہاں بچھانے کے لئے خاردار زمین کا بچھونا تھا اور اوڑھنے کئے لئے کھلا ہوا آسمان تھا۔ جہاں دور دور تک کھانے کے لئے نہ تو دانہ تھا۔ اور نہ پینے کے لئے پانی تھا۔ ساتھ میں صرف کھجور کے چند خوشے تھے۔ اور چند گھونٹ پانی تھا۔ اس سرزمین میں ان عظیم ہستیوں کے قدمان مبارک کا پڑنا تھا کہ اللہ رب العزت نے ان عظیم ہستیوں کے قدموں کی برکت سے وادی غیر ذی زرع کو دنیا کا مقدس ترین شہر بنادیا۔ اور ان کے قدموں کی برکت سے خدا کا سب سے عظیم گھر وجود میں آیا۔ اور زمزم جیسا متبرک اور شفابخش پانی نصیب ہوا۔ حضرت اسمٰعیل اپنی ماں کی تربیت اور محبت کے آنچل کے سایہ میں پروان چڑھنے لگے۔ حضرت اسماعیل نے اب عمر کی اس دہلیز پر قدم رکھ دیا تھا جہاں ایک بیٹا اپنے باپ کے لئے سہارا بنتا ہے۔ لیکن عین امید کے آستانے پر خوابوں کا یہ محل اس وقت چکنا چور ہوتا دکھائی دینے لگا جب یہ حکم ہوا کہ تم اپنے سب سے زیادہ محبت کرنے والے، جان سے زیادہ عزیز بیٹے اسماعیل کو خدا کی راہ میں قربان کردو۔ اللہ کے مقدس نبی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اپنے خالق ومالک ذوالجلال والاکرام کے حکم کے سامنے اپنا سر خم کرتے ہوئے اپنے حلیم وبردبار اور عزیز ترین بیٹے حضرت اسماعیل کو خوشی خوشی قربان کرنے پر راضی ہوگئے۔ اور اپنے بیٹے سے کہا کہ میں تجھ کو خدا کے حکم سے قربان کرتا ہوا دیکھ رہا ہوں اس میں تیری کیا رائے ہے تو فرماں بردار بیٹے نے جواب دیا اے والد بزرگوار آپ وہ کیجئے جس کا رب نے آپ کو حکم دیا ہے انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔ باپ اور بیٹے کی اس جاں نثارانہ گفتگو کو سن کر ایسا محسوس ہونے لگا کہ جیسے سخت جاں پہاڑوں کے دل دہل گئے، رواں سمندروں کی روانی تھم گئی، بہتے دریا خاموش ہوگئے، سورج کی شعائیں ماند پڑ گئیں، بلبلوں نے چہچہانا چھوڑ دیا، پھولوں کی خوشبو پھیکی پڑ گئی، دریاؤں وسمندروں میں مچھلیوں نے تیرنا بند کردیا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم نے اپنے ساتھ چھری اور رسی لی اور حضرت اسماعیل کو لیکر میدان منیٰ کی طرف نکلے۔ ایثار وقربانی کی یہ آخری

سرحد تھی جہاں حضرت ابراہیم نے اپنی جبین نیاز اپنے رب کے سامنے خم فرما کر کائنات کے ذرہ ذرہ کو دانتوں تلے انگلیاں دبانے پر مجبور کر دیا۔ زمین کا ذرہ ذرہ، بلند و بالا آسمان کے بادل، دریاؤں کی روانی، ٹھاٹھیں مارتا سمندر، فرشتوں کی معصوم جماعت، شجر و حجر، شام و سحر محو حیرت تھے کہ عشق و محبت کی یہ کون سی وادی ہے اور اس وادی میں رہنے والا یہ کونسا عاشق ہے جو عشق کی سرحدوں کو پھلانگ کر مجازی عشاق کو منھ چڑھا رہا ہے۔ چنانچہ باپ اور بیٹے قربان گاہ (میدان منیٰ) پہونچے۔ پھر تاریخ نے وہ منظر دیکھا جو کہ اس کرۂ ارض پر اس سے پہلے کبھی ظاہر نہیں ہوا تھا کہ ایک باپ اپنے ہی بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا کر حکم الٰہی کی تعمیل میں اس کے نازک حلقوم پر چھری چلاتا ہے۔ لیکن بحکم خداوندی چھری اپنا کام نہیں کرتی ہے۔ اور غیب سے ندا آئی کہ اے! ابراہیم بیشک تو نے خواب سچ کر دکھایا۔

فی الواقع اللہ رب العزت کو حضرت اسماعیل کی قربانی مقصود نہیں تھی بلکہ وہ تو اپنے خلیل کے ایمان وایقان اور توکل علی اللہ کی ایک جھلک دنیا والوں کو دکھانا چاہتا تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کو اپنے خلیل کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ جب اس کا پیارا محبوب امام الانبیاء خاتم النبیین بن کر ایک نئی شریعت لیکر اس دنیا میں مبعوث ہوا تو اللہ رب العزت نے اپنے خلیل کی ادا کو اپنے محبوب کے امتیوں کے لئے اس قربانی کو واجب کر دیا اور اس کو بندگی وشعائر اسلام قرار دیا۔

فضائل قربانی: قربانی نہ صرف سنت ابراہیمی ہے بلکہ شعائر اسلام بھی ہے اور بندہ کا اپنے خدا کے سامنے سر اطاعت خم کرنا بھی ہے اپنے دنیوی عزیز ترین مال و دولت کو راہ خدا میں خرچ کرنا بھی ہے۔ راہ خدا میں سب کچھ لٹانے کے جذبے کا اظہار کرنا بھی ہے اور قربانی کا فلسفہ بھی یہی ہے کہ ابھی بندہ صرف تھوڑا سا مال خرچ کر رہا ہے لیکن وقت ضرورت وہ اپنی جان لٹانے سے بھی دریغ نہیں کریگا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قربانی کے ایام میں ابن آدم کا کوئی عمل خدائے تعالیٰ کے نزدیک خون بہانے (یعنی قربانی کرنے) سے زیادہ محبوب نہیں۔ اور وہ جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں، کھروں کے ساتھ آئیگا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے قبل خدائے تعالیٰ کے نزدیک مقام قبول میں پہنچ جاتا ہے۔ (ترمذی ابن ماجہ) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ کیا اس سے ہم کو ثواب ملے گا؟ فرمایا ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے عرض کیا اور اون یا رسول اللہ ﷺ تو آپ نے فرمایا کہ اون کے ہر بال میں بھی ایک نیکی ملے گی۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس میں وسعت ہو اور قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب ہرگز نہ آئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عید والے دن قربانی کے جانور پر کیے جانے والے خرچ سے افضل کوئی خرچ نہیں۔ قربانی میں مستحب ہے کہ جس جانور کی قربانی کی جائے اس کو کچھ دن پہلے خرید

لیا جائے اور اس کو مانوس کرلیا جائے کیونکہ دنیا کا قانون ہے جس چیز سے جتنی محبت ہوتی ہے اس کو قربان کرنے میں اتنی ہی تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے جب جانور کو مانوس کر کے قربانی کریں گے تو اس سے یہ جذبہ پیدا ہوگا کہ آج یہ محبوب چیز قربان کی ہے اگر کل خود اپنی جان کی بھی قربانی دینا پڑے تو راہ خدا میں خوشی خوشی قربان ہو جائے گا دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ قربانی کے جانور سال بھر پالتے ہیں جب قربانی کا جانور ذبح ہوتا ہے تو اس کے سامنے کھڑا ہونا بھی مشکل ہوتا ہے لیکن وہ اللہ کا حکم سمجھ کر جانور کی گردن پر چھری چلا دیتے ہیں اس سے دل میں جو اللہ کا خوف اور تقویٰ پیدا ہوتا ہے یہی اصل مطلوب ہے۔

اہمیت خلوص نیت: ہر عمل کے لئے اہم ترین چیز خلوص نیت ہے۔ کیونکہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور قربانی بھی ایک عمل خیر ہے لہذا قربانی کے لئے جانور کو خریدنے سے لیکر قربانی کرنے تک نیت میں خلوص ہونا چاہیے۔ لیکن آج حالات کہیں کہیں اس کے برعکس نظر آتے ہیں بعض حضرات جانور کے خریدنے میں نام ونمود کا اظہار کرتے ہیں۔ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بڑے بڑے جانوروں کی خرید میں لاکھوں خرچ کرتے ہیں اور اس سے ان کا مقصد صرف اور صرف اپنے مال کی نمائش، معاشرہ اور اور لوگوں میں اپنی برتری ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے الا ماشاء اللہ۔ بارگاہ خداوندی میں دعا ہے مولیٰ ہم سب کو سنت ابراہیمی کو صحیح معنوں میں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

صفحہ ٦٢ کا بقیہ

بعد نماز مغرب عاشقان خیرآبادی کا یہ جتھا پانی پار واقع مرکز پبلک اسکول وِمبرلی گنج کی طرف روانہ ہوا، حضرت مفتی صاحب نے اس قافلہ کی امارت اور محفل کی صدارت کی ذمہ داری راقم الحروف کے کندھوں پر ڈال دی، بعد نماز عشا حسب دستور قرآن خوانی سے مجلس کا آغاز ہوا، نعتیں اور منقبتیں پیش کی گئیں، بعدہٗ مولانا رفیق ثقافی شافعی نے ''کیرلا میں اعلیٰ حضرت کے علمی فیضان'' کے عنوان پر ایک دلچسپ خطاب کیا، پھر مفتی صاحب قبلہ کا ''امام احمد رضا کا عشق رسول'' کے موضوع پر یادگار بیان ہوا، سلام و فاتحہ اور راقم الحروف کی دعا پر یہ مجلس ختم ہوئی۔

ہندوستان اور برما کی سرحد پر واقع مایابندر میں بھی بعد نماز ظہر یوم رضا کی مجلس منعقد کی گئی، مدرسہ فضل حق خیرآبادی میں منعقد اس محفل میں سینکڑوں لوگوں نے شرکت کی، محمد سنان شافعی کی تلاوت سے بزم کا آغاز ہوا، محمد سلمان، محمد سیف، محمد ارشد نے نعتیں اور منقبتیں پیش کیں، مولانا محمد عامر حسین مصباحی نے مجمع سے خطاب فرمایا، انھوں نے کہا کہ یہ اعلیٰ حضرت کا علمی اور علامہ فضل حق خیرآبادی کا روحانی فیضان ہے کہ آج اس علاقہ میں بھی یوم رضا کی تقریب منعقد کی جارہی ہے۔ یہ سب حضرت مفتی جاوید عنبر مصباحی صاحب کی شبانہ روز کاوشوں کا اثر ہے۔ اللہ ان کے علم و عمر میں برکتیں عطا فرمائے۔ آمین!

بعدہٗ اعلیٰ حضرت کے نظم کردہ صلاۃ و سلام کعبے کے بدر الدجیٰ کا نغمہ پڑھا گیا اور فاتحہ و نیاز کے بعد مولانا موصوف کی دعا پر مجلس کا اختتام ہوا۔ مختلف مقامات پر منعقد ہونے والی ان مجلسوں کی برکت سے پیام رضا کو عام کرنے کی کوشش کی جارہی ہے جس کے لیے علامہ فضل حق خیرآبادی چیرٹیبل فاؤنڈیشن کے ذمہ داران بالخصوص مفتی صاحب، جناب محمد اصغر علی، محمد صادق، محمد ضمیر، محمد یونس، محمد انور، محمد خالد، محمد اشفاق مبارک بادی کے مستحق ہیں۔

وہابیوں اور غیر مقلدوں کے امام و عالم نواب صدیق حسن بھوپالی کی بیوی کے حیا سوز کارنامے

بجواب

''کیا نواب صاحب کی بیگم پردہ نہیں کرتی تھیں؟''

(''العروج بالفروج'' کے شرمناک فارمولے کے ذریعے مذہب کی ترویج کی شرمناک داستان)

از:-ابوالرّضا مولانا میثم عباس قادری رضوی، لاہور پاکستان

رعایا اپنے حاکم کے نقش قدم پر چلتی ہے۔قوم اپنے سرداروں سے درس پاتی ہے۔اہلِ سُنّت کے اکابرین کی حیات کا مطالعہ فرمائیں تو دل عش عش کر اٹھتا ہے، کہ کتاب وسُنّت پر عمل کرنے والے ایسے بھی ہوتے ہیں، جو اپنا سراپا، لیل ونہار سب کچھ سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل درآمد کر کے گزارتے ہیں۔آج کے وہابیہ دیابنہ کی خرافات و بدعات کو دیکھیں اور اس مضمون کا مطالعہ فرمائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ جس طبقے کے زعما کا حال یہ ہے اس کے پیروکاروں سے اچھی امید خام ہے۔

اس مقالہ کا پس منظر یہ ہے کہ ''ہفت روزہ الاعتصام، لاہور'' یکم تا ۷ر فروری ۲۰۱۳ء کے شمارے میں اشرف جاوید نامی غیر مقلد صاحب کا مضمون نظر سے گزرا۔جس کا عنوان تھا:

''کیا نواب صاحب کی بیگم پردہ نہیں کرتی تھیں؟''

مضمون نگار نے اس مضمون میں یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ ان کے مزعومہ ''محدث، مفسر، مجدد، امام'' نواب صدیق حسن خان قنوجی بھوپالی غیر مقلد کی زوجہ شرعی پردہ کرتی تھیں اپنے مدعا کے ثبوت میں اُنہوں نے ایک واقعہ نواب صدیق حسن خان صاحب کی (غیر مقلدین کے نزدیک) مستند سوانح عمری ''مآثر صدیقی'' سے پیش کیا ہے۔جس میں یہ بیان ہے کہ نواب صاحب کی بیگم نے ایک مجلس میں پردہ کیا تھا جو کہ النادر کالمعدوم کے قبیل سے تھا۔ لیکن اشرف جاوید غیر مقلد صاحب نے خیانت کا ارتکاب کرتے ہوئے اسی کتاب ''مآثر صدیقی'' سے وہ حقائق پیش نہیں کیے جو زوجہ نواب صدیق حسن خان کے متعلق اس تاثر کی نہایت شدت سے نفی کرتے ہیں کہ وہ پردے کے مکمل شرعی طریقے پر عمل پیرا تھیں۔

اپنے اصل مدعا کو بیان کرنے سے پہلے قارئین کے لیے ''دیوث'' کی مذمت اور کچھ تفصیل نقل کر رہا ہوں جو آپ کے لیے اس مضمون کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوگی۔

دیوث کے لیے جنت حرام ہے:

☆حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے کسی شادی شدہ عورت سے زنا کیا تو قبر میں اس اُمت کا نصف عذاب اس مرد اور عورت کو ہوگا (عورت کو تب ہوگا جب وہ

راضی ہو) اور جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ عزّوجلّ اس زانی کی نیکیاں اُس عورت کے شوہر کو دے دے گا اور اس کے شوہر کے گناہ اس زانی کے ذمّے ڈال دے گا اور اسے جہنم میں ڈال دے گا اور یہ اس وقت ہوگا جب شوہر کو زنا کا علم نہ ہوا، اور اگر اس کے شوہر کو خبر ہوئی کہ کسی نے اس کی بیوی سے زنا کیا اور وہ خاموش رہا تو اللہ عزّوجلّ اس پر جنت کو حرام فرمادے گا اس لیے کہ اللہ عزّوجلّ نے جنت کے دروازے پر لکھ دیا ہے کہ تُو دیّوث پر حرام ہے

(قُرَّةُالعُیُوْنِ وَمُفَرِّحُ القَلْبِ المَحْزُوْن بنام نیکیوں کی جزائیں اور گناہوں کی سزائیں صفحہ ۳۵ ترجمہ مؤلِف فقیہ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی رحمة الله تعالیٰ علیه المتوفی ۳۷۳ھ ناشر: مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی)

☆ ثلاثة لا یدخلون الجنّة :العاق لوالدیه والدیّوث والرجلة من النساء

(رواه النسائی والبزار بسندین جیدین والحاکم عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما ("المستدرک علی الصحیحین "، کتاب الإیمان، ثلاثة لا یدخلون الجنّة، الحدیث :۵۴۲۶، ج ا ص ۲۵۲).

(ترجمہ) ''تین شخص جنت میں نہ جائیں گے: ماں باپ کو ستانے والا اور دیوث اور مردوں کی وضع بنانے والی عورت (نسائی اور بزار نے جید سندوں کے ساتھ اور حاکم نے ابن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما سے روایت کیا)''۔

("الحقوق لطرح العقوق "صفحہ ۶۰ مصنّف، امامِ احمد رضا خان علیه رحمة الرحمن)

☆ حضور صلی الله تعالیٰ علیه و آله وسلم کا ارشاد ہے:

''اللہ عزّوجلّ نے جب جنت کو پیدا فرمایا تو اس سے فرمایا: ''کلام کر''، تو وہ بولی: ''جو مجھ میں داخل ہوگا وہ سعادت مند ہے''۔ تو اللہ عزّوجلّ نے فرمایا: ''مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! تجھ میں آٹھ قسم کے لوگ داخل نہ ہوں گے: شراب کا عادی، زنا پر اصرار کرنے والا، چغل خور، دیوث، (ظالم) سپاہی، ہجڑا اور رشتہ داری توڑنے والا اور وہ شخص جو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ فلاں کام ضرور کروں گا پھر وہ کام نہیں، کرتا''۔

(اتحاف السادة المتقین، کتاب آفات اللسان، ج ۹ ص ۳۴۵، ۳۴۶)

(بَحْرُ الدُّمُوْع ترجمہ بنام ''آنسوؤں کا دریا'' صفحہ ۲۳۰ مؤلف امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی الجوزی علیه رحمة الله القوی المتوفی ۵۹۷ھ، ناشر مکتبۃ المدینہ باب المدینہ، کراچی)

☆ حضور صلّی الله تعالیٰ علیه و آله وسلّم کا ارشاد ہے:

''تین شخص جنت میں داخل نہ ہوں گے: ''(۱) والدین کا نافرمان (۲) دیوث اور (۳) عورتوں کی شکل اختیار کرنے والے مرد''۔

(المستدرک، کتاب الایمان، باب ثلاثة لایدخلون الجنة ـ ـ ـ الخ، الحدیث: ۲۵۲، ج ۱، ص ۲۵۲)

(اَلزَّوَاجِرُعَنْ اِقْتِرَافِ الْکَبَائِر ترجمہ بنام ''جہنم میں لے جانے والے اعمال'' جلد اوّل صفحہ ۵۷ مؤلف شیخ الاسلام شہاب الدین امام احمد بن حجر المکی الھیتمی الشافعی علیه رحمة الله القوی اَلْمُتَوَفّٰی ۹۷۴ھ ناشر: مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ، کراچی)

☆ امام احمد ونسائی وبزار وحاکم ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیه

وسلم) نے فرمایا:

''تین شخصوں پر اللہ (عزّوجلّ) نے جنت حرام کردی۔ شراب کی مداومت کرنے والا اور والدین کی نافرمانی کرنے والا اور دیوث جو اپنے اہل میں بے حیائی کی بات دیکھے اور منع نہ کرے''۔(مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر، حدیث: ۵۳۷۲ جلد۲ صفحہ ۳۵۱)

(بہار شریعت حصہ نہم صفحہ ۳۸۷ ناشر: مکتبۃ المدینہ باب المدینہ، کراچی)

جو خاوند اپنی بیوی کی بے پردگی اور بے حیائی سے بے پرواہ رہے تو ایسا شخص دیوث ہے: مولوی عبداللہ روپڑی غیر مقلد غیر مقلدین کے مزعومہ مجتہد العصر مولوی عبداللہ روپڑی دیوث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس کے تعلق والی بے پردگی کرے یا اس کو کوئی دوسرا بُری نظر سے دیکھے اور یہ بے پرواہ رہے تو ایسا شخص 'دیوث' کہلاتا ہے، جس کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا جو پانچ سو برس کے راستہ سے آتی ہے''۔

(لڑکی شادی کیوں کرتی ہے: صفحہ ۳۵ رمطبوعہ مکتبہ تنظیم اہل حدیث رام گلی نمبر ۵ ر چوک دالگراں، لاہور)

احادیثِ کریمہ اور مولوی عبداللہ روپڑی کے مذکورہ بالا اقتباس کو بہ غور پڑھیں اور سطورِ ذیل میں آنے والے زوجۂ نواب صدیق حسن غیر مقلد کے'' کارناموں'' کو ملاحظہ فرما کر خود فیصلہ کریں کہ نواب صاحب بحکم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم اور اپنے نام نہاد غیر مقلد مجتہد کے فتوے کے مطابق ''دیوث'' اور ''جہنمی'' قرار پاتے ہیں یا نہیں؟

اب اپنے مقالے کے اصل موضوع کی طرف آتا ہوں:

بات کچھ یوں ہے کہ ریاست بھوپال کے نواب صاحب کا جب انتقال ہوا تو ان کی بیوہ اور ریاست بھوپال کے ملازم مولوی صدیق حسن خان کی شادی ہوگئی، اور یوں ''نواب'' ان کے نام کا لاحقہ ہوگیا، شادی کے بعد نواب صدیق حسن خان نے ریاست کے خرچ سے وہابیت کی خوب ترویج واشاعت کی اور اپنی کتب کو شائع کر کے اطرافِ عالم میں پھیلایا۔ آئندہ سطور میں نواب صاحب کی زوجہ کے بارے میں وہ حقائق پیش کیے جارہے ہیں جن پر غیر مقلد مضمون نگار نے غالباً شرم ناک اور ناقابلِ بیان سمجھتے ہوئے پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

زوجۂ نواب صدیق حسن غیر مقلد کا نائٹ گرینڈ کمانڈروں سے مصافحہ کرنا (ہاتھ ملانا):

(۱) نواب صدیق حسن بھوپالی کے صاحب زادے سید علی حسن غیر مقلد صاحب زوجہ نواب صدیق حسن خان صاحب کی ایک محفل میں شرکت کا حال بیان کرتے ہوئے اپنی کتاب ''مآثر صدیقی'' میں لکھتے ہیں:

''انیس ضرب توپیں رئیسہ عالیہ کی سلامی کی سر ہوئیں۔ سیکریٹری صاحب اپنے ہمراہ رئیسۂ عالیہ کو ہر ایک نائٹ گرینڈ کمانڈر سے تعارف اور مصافحہ کراتے ہوئے میز کے قریب لے گئے''۔

(مآثر صدیقی، جلد دوم، صفحہ 102 مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ)

اس اقتباس میں بالکل واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ

(۱) زوجۂ نواب صدیق حسن غیر مقلد وہابی کو 19 رتوپوں کی سلامی ہوئی۔

(۲) سلامی کے بعد نامحرم سیکریٹری صاحب نے زوجہ نواب صاحب

کو ایک غیر محرم کمانڈروں سے تعارف اور مصافحہ کروایا (ہاتھ ملوایا)۔

(۱) زوجۂ نواب صدیق حسن غیر مقلد کا انگریز کو نذر پیش کرنا، اس کے گلے میں ہار پہنانا اور اس سے ہاتھ ملانا:

(۲) ''مآثر صدیقی'' ہی میں ایک انگریز کا زوجۂ نواب صدیق حسن غیر مقلد سے اظہارِ محبت اور مصافحہ کرنا ملاحظہ کریں:

''مراسمِ نذر اور گفتگوئے رسمی وعُرفی کے بعد رئیسۂ عالیہ نے تاریخ ریاستِ بھوپال کا ایک نسخہ بہ زبان انگریزی اور ایک نسخہ ''شمع انجمن'' مؤلفہ والا جاہ بہادر کا (جو شعرائے فارسی کا ایک جامع تذکرہ ہے) تحفۂ وائسرائے بہادر کی خدمت میں اپنے ہاتھ سے پیش کیا، اور فرمایا کہ یہ تذکرہ میرے شوہر نواب صاحب بہادر کا لکھا ہوا ہے۔ لارڈ صاحب بہادر ممدوح نے نہایت مسرّت کے ساتھ اُس کو اپنے ہاتھ میں لیا اور کرسی سے اُٹھ کر نواب والا جاہ بہادر کے پاس تشریف لائے اور اُن کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ ''میں اِس کتاب کا شکریہ ادا کرتا ہوں''۔ والا جاہ بہادر نے کہا کہ ''میں بھی خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اِس ہدیۂ مُحقر نے حُسنِ قبول کا صلہ پایا'' ہز اکسیلنسی نے نہایت اشتیاق کے ساتھ دریافت کیا کہ اِس میں سعدی شیرازی کے اشعار بھی ہیں؟ پھر یہ سُن کر کہ اُس میں اُن کا تذکرہ اور منتخب اشعار بھی شامل ہیں نہایت محظوظ ہوئے۔ بعد تواضع عطر وپان کے رئیسۂ عالیہ نے پھولوں کی زرتار حمائل وائسرائے بہادر کے گلے میں پہنائی۔ لارڈ صاحب ممدوح نے (جو ایک نامور شاعر اور زبردست ناولسٹ تھے) فرمایا کہ '' آپ نے مجھ کو سلسلۂ مہر ومحبت کا اسیر بنالیا'' یہ کہہ کر اور مصافحۂ رخصت کر کے گورنمنٹ ہاؤس کی جانب مراجعت فرمائی''۔

(مآثر صدیقی، حصہ دوم، صفحہ 120 مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ)

اس واقعہ میں بیان ہے کہ زوجۂ نواب صدیق حسن خان غیر مقلد نے

(۱) انگریز لارڈ کو نذر پیش کی۔

(۲) انگریز سے گفتگو کی۔

(۳) اپنے ہاتھ سے انگریز کو کتابیں پیش کیں۔

(۴) انگریز کو پھولوں کی حمائل اپنے ہاتھوں سے پہنائی۔

(۵) انگریز نے نواب صدیق کی موجودگی میں ان کی زوجہ سے اظہارِ محبت کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے مجھے اپنے ''سلسلہ مہر ومحبت'' کا اسیر بنالیا ہے۔

(۶) انگریز نے ملاقات کے اختتام پر زوجۂ نواب صدیق حسن سے مصافحہ کیا (ہاتھ ملایا)۔

زوجۂ نواب صدیق حسن غیر مقلد کا وائسرائے ہند سے مصافحہ کرنا:

(۳) سید علی حسن صاحب ابن نواب صدیق حسن خان غیر مقلد صاحب اپنی امی جان کا ایک واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

''رئیسۂ عالیہ پروگرام کے مطابق ٹھیک چار بجے گورنمنٹ ہوس (ہاؤس از ناقل) کے جانب روانہ ہوئیں۔ نواب والا جاہ بہادر، نواب ولیعہد صاحبہ، نواب نظیر الدولہ احمد علی خان بہادر مرحوم، میاں عالمگیر محمد خان صاحب اور کاتب الحروف ہمرکاب تھے، اِسی دربار کے موقع پر رئیسۂ عالیہ نے میاں عالمگیر محمد خان صاحب، میاں صدر محمد خان صاحب مرحوم، میاں نور الحسن خان صاحب مرحوم اور کاتب الحروف کو تمغۂ طلائی جس پر اسم مبارک نواب شاہجہان بیگم صاحبہ کا

حرف ’’شین‘‘ منقوش ہے اپنے دست مبارک سے عطا فرمایا تھا۔ جب سواری ایوانِ گورنری کے زینہ تک پہنچی تو ہزا کسیلنسی کے فارین سیکریٹری اور ملٹری سیکریٹری صاحبان نے زینہ پائیں تک استقبال کیا اور گارڈ آف آنر نے سلامی دی اور ۱۹/ انیس فیر (فائر از ناقل) توپ کے سر ہوئے، لبِ فرش تک بذاتِ خاص وائسرائے ہند خود تشریف لائے اور مصافحہ کیا پھر والا جاہ بہادر سے ہاتھ ملایا اور نواب ولیعہد صاحبہ سے گفتگو کرتے رہے‘‘۔

(مآثر صدیقی حصہ دوم صفحہ 141,142 مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ)

اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ

(۱) زوجۂ نواب صدیق حسن خان کو وائسرائے ہند نے گارڈ آف آنر اور انیس توپوں کے فائر سے سلامی دی۔

(۲) اس کے بعد نواب صدیق حسن صاحب غیر مقلد کی موجودگی میں اُن کی زوجہ سے پہلے ہاتھ ملایا اور اُن سے بعد میں۔

زوجۂ نواب صدیق حسن غیر مقلد کا انگریز لارڈ ڈفرن کے پاس کلکتہ جانا اور وہاں ایک ماہ قیام کے بعد اپنے مطالبات منوا کر واپس آنا:

(۴) نواب سید علی حسن خان صاحب اپنی امی جان کا ایک اور واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

’’رئیسہ عالیہ نے غرۂ جمادی الثانی ۱۳۰۳ھ ہجری/ ۱۸۸۶ء کو ہزا کسیلنسی لارڈ ڈفرن صاحب بہادر سے ملنے کے لیے سفرِ کلکتہ اختیار کیا، جب رئیسۂ عالیہ ورود فرمائے کلکتہ ہوئیں تو ہزا کسیلنسی کی جانب سے حسبِ معمول سیکریٹری صاحب بہادر اور ایڈی کانگ صاحب بہادر نے استقبال کیا اور تمام وکمال مراسمِ اعزاز ادا کیے گئے۔ رئیسۂ عالیہ نے معاملاتِ ریاست کے متعلق خریطۂ خط پیش کیا اور جو جو تکلیفیں اعداء کی سعایت اور حُکّامِ بالا دست کے ہاتھوں سے پہنچی تھیں اُن کو بیان کیا اور زن وشوہر کے تعلقات میں جس بناء پر بے جا دست اندازی کی گئی تھی اس کی اصل حقیقت سے ویسرائے کو آگاہ کیا۔ ہزا کسیلنسی بہت ملاطفت کے ساتھ پیش آئے اور والا جاہ کو تاج محل پر رہنے کی اجازت عطا کی اور معاملاتِ ریاست پر غور کرنے کا وعدہ کیا۔ رئیسۂ عالیہ ایک ماہ قیام فرما کر کلکتہ سے غرۂ رجب ۱۳۰۳ھ ہجری کو مع الخیر بھوپال میں رونق افروز ہوئیں‘‘۔

(مآثر صدیقی حصہ سوم صفحہ 168,169 مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ)

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ

(۱) زوجۂ نواب صدیق حسن خان غیر مقلد صاحب نے انگریز کو ملنے اور قائل کرنے کے لیے کلکتہ کا سفر اختیار کیا۔

(۲) وہاں ایک ماہ میں انگریز نامحرم کافر کے پاس رہ کر اپنے مطالبات منوا کر واپس آئیں۔

زوجۂ نواب صدیق حسن غیر مقلد کو انگریز نے تمغہ پہنایا:

(۵) سید علی حسن خان غیر مقلد صاحب ایک اور شرم ناک واقعہ بیان کرتے ہیں:

’’سیکریٹری صاحب نے فرمانِ شاہی ہزا کسیلنسی وائسرائے کے سامنے پیش کیا۔ صاحب محتشم الیہ نے عطائے خطاب وتمغہ کا ایما فرمایا، رئیسۂ عالیہ اُٹھ کر ہزا کسیلنسی کے تخت کے قریب گئیں۔ سیکریٹری صاحب نے ادائے کورنش کے بعد میز سے تمغہ اُٹھا کر لارڈ صاحب بہادر ممدوح کے ہاتھ میں دیا اور لارڈ صاحب بہادر

نے فرمانِ شاہی سیکریٹری صاحب کو دیا انہوں نے فرمانِ شاہی لفظ بلفظ پڑھ کر اہل دربار کو سنایا۔ پھر رئیسۂ عالیہ کو میز کے قریب لے گئے۔ ہزاکسیلنسی کے ایماء کے مطابق سر رچرڈ ٹمپل صاحب بہادر نے تمغہ اپنے ہاتھ میں لیا اور سر ایڈورڈ رسل صاحب نے سیکریٹری صاحب بہادر کے ہاتھ سے نشان اپنے ہاتھ میں لے لیا اور رئیسۂ عالیہ کو اسٹار آف انڈیا کا رُودب زیب تن کرا کے تخت کے سامنے لائے۔ رئیسۂ عالیہ نے سلام کیا اور لارڈ صاحب ممدوح نے تمغہ کا کالر اپنے ہاتھ سے رئیسۂ عالیہ کو پہنایا''۔

(مآثر صدیقی جلد دوم، صفحہ 101,102 مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ)

اس واقعہ میں بیان ہے کہ

(۱) پہلے زوجۂ نواب صدیق حسن خان نامحرم کافر کے پاس گئیں۔

(۲) انگریز نامحرم زوجۂ نواب صاحب کو میز کے قریب لے گئے۔

(۳) انگریز نامحرم کافر لارڈ نے زوجۂ نواب صاحب کو تمغہ پہنایا۔

زوجۂ نواب صدیق حسن غیر مقلد کا صدیق حسن بھوپالی کی موجودگی میں انگریز سے ہاتھ ملانا اور انگریز کو نذر پیش کرنا:

(٦) اسی ''مآثر صدیقی'' میں ایک جگہ لکھا ہے کہ:

''جنرل سرہنری ڈیلی صاحب بہادر نے استقبال کیا اور رئیسۂ عالیہ کو بگھی سے اُتار کر بارگاہِ گورنری تک لے گئے، لارڈ صاحب ممدوح نے تعظیماً بارہ قدم تک آگے بڑھ کر رئیسۂ عالیہ اور نواب والا جاہ بہادر اور نواب ولی عہد صاحبہ سے مصافحہ کیا (ہاتھ ملایا از ناقل) اور اپنے دستِ راست کی جانب کرسی پر بٹھایا کچھ دیر تک حسنِ اخلاق اور کریمانہ اشفاق کے ساتھ گفتگو کرتے رہے۔ رئیسۂ عالیہ نے کیسۂ اشرفی نذر دکھایا۔ ہزاکسیلنسی نے کرسی سے اُٹھ کر اُس پر ہاتھ رکھا اور اپنے ہمراہ رئیسۂ عالیہ کو ایک پُرشکوہ بیرق کے سامنے لے جا کر علَمِ شاہی کے مرتبۂ عظمت وجلالت سے آگاہ کیا''۔

(مآثر صدیقی، حصہ دوم، صفحہ 118,119 مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ)

اس اقتباس سے یہ معلوم ہوا کہ

(۱) نواب صدیق حسن خان صاحب کی موجودگی میں ان کی بیگم رئیسۂ بھوپال کو انگریز نامحرم کافر نے بگھی سے اُتارا۔

(۲) نواب صدیق حسن خان کی زوجہ سے ان کی موجودگی میں ہاتھ ملایا۔

(۳) پیار محبت سے باتیں کیں۔

(۴) رئیسۂ بھوپال نے اشرفیوں کی تھیلی انگریز کو بطورِ نذر پیش کی۔

(۵) انگریز زوجۂ نواب صدیق حسن کو اپنے ساتھ ایک بیرق میں لے گیا اور ان سے باتیں کیں۔

(۵) نواب صدیق حسن صاحب صاحب ان افعالِ قبیحہ سے راضی رہے۔

زوجۂ نواب صدیق حسن غیر مقلد کا انگریزوں کو پان تقسیم کرنا اور پھولوں کے ہار پہنانا:

(۷) سید علی حسن صاحب اپنی امی جان کا ایک اور واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

''رئیسۂ عالیہ نے اور تمام اہل دربار نے نذریں پیش کیں ہزاکسیلنسی وائسرائے نے اپنی مہربانی سے اُن کو معاف کیا اور دیر تک رئیسۂ عالیہ سے ہم کلام رہے، پھر رئیسہ عالیہ نے بمبئی سے روانگی کی اجازت طلب کی اور سورت اور احمد آباد کی سیر کی خواہش ظاہر فرمائی۔ اس کے بعد رئیسۂ عالیہ نے اپنے دستِ خاص سے لارڈ

صاحب بہادر ممدوح اور سیکریٹری صاحب اور دو ممبران کونسل اور دو صاحبان ریزیڈنٹ بہادر سنٹرل انڈیا وراجپوتانہ کو عطر و پان تقسیم کیا اور پھولوں کے ہار پہنائے کُل تیرہ (13) صاحبان عالی شان تشریف فرما تھے باقی صاحبان کو نواب والا جاہ بہادر نے عطر و پان تقسیم کیا"۔

(مآثر صدیقی، جلد دوم، صفحہ 103، مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ 1924)

مذکورہ بالا واقعہ سے معلوم ہوا کہ:

(۱) زوجۂ نواب صاحب نے انگریز کافر کو نذر پیش کی......

(۲) انگریز دیر تک ان سے ہم کلام رہا......

(۳) زوجۂ نواب صاحب نے نامحرم مردوں کو عطر و پان تقسیم کیا......

(۴) نامحرموں کے گلے میں پھولوں کے ہار پہنائے......

(۵) نواب صدیق حسن غیر مقلد صاحب کی موجودگی میں یہ تمام افعال ہوئے......

انگریزوں کو نذر پیش کرنے کے جتنے واقعات اس مقالہ میں پیش کیے گئے ہیں ان سب کے متعلق ہمارا استفسار ہے کہ:

زوجۂ نواب صاحب کی طرف سے انگریز کو پیش کی گئی نذر شرعی تھی یا عرفی؟ اگر نذرِ شرعی تھی تو غیر اللہ کے لیے اس کا جواز ثابت کیا جائے کیونکہ ہم تو اس کو غیر اللہ کے لیے جائز نہیں سمجھتے۔ اور اگر نذرِ عرفی تھی تو زوجۂ نواب صدیق حسن وہابیہ اس (مزعومہ وہابی شرک) کی وجہ سے مشرکہ اور نواب صدیق حسن خان اس سے راضی ہو کر مشرک ہوئے یا نہیں؟ اگر غیر مقلدین ان کو مشرک کہنے سے انکاری ہوں تو اس بات کی وضاحت کریں کہ اہلِ سنت پر نذرِ اولیا کی وجہ سے شرک کے فتوے کیوں لگائے جاتے ہیں کیونکہ ہم بھی غیر اللہ کے لیے نذرِ عرفی ہی کے قائل ہیں۔

زوجۂ نواب صدیق حسن غیر مقلد کا غیر محرموں میں بیٹھنا:

(۸) "مآثر صدیقی" میں ایک مقام پر یہ بھی لکھا ہے:

"جس وقت رئیسۂ عالیہ نے بارگاہِ گورنری میں قدم رکھا گارڈ آف آنر نے باقاعدہ سلامی ادا کی اور رئیسۂ عالیہ نے اپنے نمبر کے مطابق کرسی پر جلوس فرمایا رئیسۂ عالیہ کی کرسی پولیٹیکل ایجنٹ بہادر کی کرسی کے بعد تھی اور اُن کی کرسی کے بعد بخشی محمد حسن خان کی کرسی تھی"۔

(مآثر صدیقی، جلد دوم، صفحہ 101، مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ 1924)

مذکورہ بالا اقتباس سے پتہ چلا کہ غیر مقلد مضمون نگار اشرف جاوید نے جو قصیدہ نواب صدیق حسن کی زوجہ کا پڑھا وہ محض تک بندی اور خام خیالی ہے، ورنہ اُن کا مزاج غیر محرموں سے مصافحے کرنے، اُن کے بیچ بیٹھنے اور دیگر حیاسوز کاموں میں لطف محسوس کرتا تھا۔

زوجۂ نواب صدیق حسن غیر مقلد کا انگریز (پرنس آف ویلز) سے ملاقات کے لیے جانا اور تحائف کا تبادلہ کرنا:

(۹) اسی "مآثر صدیقی" سے کچھ مزید اقتباسات ملاحظہ کریں:

"بست و چہارم دسمبر کو رئیسۂ عالیہ پرنس ممدوح کی ملاقات کو تشریف لے گئیں پرنس ممدوح نے لبِ فرش تک استقبال کیا"۔

(مآثر صدیقی، جلد دوم، صفحہ 111، مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ 1924)

کاش غیر مقلد سوانح نگار "لبِ فرش تک استقبال" کی تفصیل بھی لکھ دیتے۔ تو زوجۂ صدیق حسن خان کے شرعی پردے پر

عمل آوری کے مزید واقعات سے پردہ اٹھ جاتا۔

اس کے کچھ سطر بعد لکھا کہ

''رئیسہ عالیہ اور ہزرائل ہائینس کے درمیان تحائفِ اتحاد کا باہم تبادلہ ہوا''۔

(مآثر صدیقی، جلد دوم، صفحہ 111، مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ1924)

تحائفِ اتحاد کیسے لیے اور دیے گئے تفصیل ندارد؟ لیکن بہر حال انگریز کافر سے ملنے کے لیے جانا اور تحائف کا تبادلہ کرنا غیر شرعی اور قابلِ مذمت ہے۔

اس مقالہ میں پیش کیے گئے اقتباسات سے یہ بات بالکل واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ:

(۱) زوجۂ نواب صاحب غیر محرم کافر انگریزوں سے ملتیں۔

(۲) ان سے ملاطفت سے گفتگو کرتیں۔

(۳) ان کو تحائف دیتیں۔

(۴) ان کو ہار پہناتیں۔

(۵) ان کو اپنے ہاتھ سے پان دیتیں۔

(۶) ان سے ہاتھ ملاتیں (مصافحہ کرتیں)۔

(۷) ان کے درمیان بلا جھجک بیٹھ جاتیں۔

(۸) ان سے ملنے کے لیے دور دراز کے سفر کرتیں۔

(۹) زوجۂ نواب صدیق حسن خان نے غیر محرم کافر کے محل پر اپنی بات ''منوانے'' کے لیے ایک ماہ قیام بھی کیا۔

(۱۰) ان کی جانب سے انگریزوں کو نذر پیش کی جاتی۔

(۱۱) انگریز نے زوجۂ صدیق حسن غیر مقلد سے محبت کا اظہار کیا۔

(۱۲) انگریز اپنے ہاتھ سے ان کو تمغہ پہناتے۔

(۱۳) نواب صدیق حسن خان اپنی زوجہ کے ان منافی غیرت امور سے راضی تھے کیونکہ اکثر اوقات یہ افعالِ قبیحہ ان کی موجودگی میں ہوتے تھے اور وہ ان پر کوئی نکیر نہیں کرتے تھے۔

زوجۂ نواب صاحب کے وکیلِ صفائی سے چند سوالات:

(۱) کیا اسلامی پردہ کرنے والی عورت کو نامحرموں سے ملنا، ان کے درمیان بیٹھنا، گفتگو کرنا، تحائف دینا، پان کھلانا، ہار پہنانا، ہاتھ ملانا جائز ہے؟

(۲) اگر جواب ہاں (اِثبات) میں ہے تو کیا آپ اپنی ماں، بہن، بیٹی، بیوی کو بھی ان افعال کے بجالانے کی اجازت دیں گے؟

(۳) اگر جواب نفی میں ہے تو نواب صدیق حسن غیر مقلد صاحب ان غیر شرعی منافیٔ غیرت امور پر خاموش وساکت بلکہ مؤید کیوں رہے؟

(۴) جو شخص اپنی بیوی، بہن، بیٹی کے مندرجہ بالا حیا سوز کارناموں سے راضی رہے تو کیا ایسا شخص ''دیوث'' کہلائے گا یا نہیں؟

(۵) نواب صدیق حسن خان صاحب اپنی زوجہ کے افعال کے مؤید ہو کر یقیناً ''دیوث'' قرار پاتے ہیں لہٰذا بتایا جائے کہ دیوث کو امام، محدث، مفسر بلکہ مجدد تک کہہ دینا (وہابی مذہب میں) جائز ہے یا ناجائز؟

(۶) کیا تاریخِ اسلام میں کوئی ایسا مجدد گذرا ہے جو وہابی مذہب کے مجدد نواب صدیق حسن خان بھوپالی کی طرح دیوث بھی ہو؟

غیر مقلد اشرف جاوید صاحب سے گزارش ہے کہ اس مضمون میں درج تمام حوالہ جات اور سوالات کے مبنی بر انصاف جوابات دیں۔ وگرنہ انصاف پسند حضرات آپ کی طرف سے (مبنی بر انصاف) جواب نہ آنے پر یہی سمجھیں گے کہ وہابیت کو پروان چڑھانے کے لیے وہابی حضرات ''العروج بالفروج'' کے حیا سوز فارمولے کو استعمال کرنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتے۔

(کتبہ ۸ شوال ۱۴۳۶ ہجری/۲۴ دسمبر ۲۰۱۵ عیسوی)

امام اعظم کے سیاسی افکار و نظریات

از:-مولانا محمد شاہد القادری (چیئرمین امام احمد رضا سوسائٹی) کلکتہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب دانائے غیوب ﷺ کے دین کی اشاعت وتشہیر کے لئے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی سرزمین پر پیدا فرما کر امت مصطفویہ پر احسان عظیم فرمایا۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ علم وعمل، فہم و فراست، فکروفن، افہام وتفہیم، تذکیر وتزکیہ، عقل ودانش اور اخلاق و محبت کے عظیم پیکر تھے، حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فقہی بصیرت کے ساتھ ساتھ سیاسی بصیرت کی دولت عظمیٰ سے بھی سرفراز کئے گئے تھے۔

حضرت امام اعظم قدس سرہ العزیز کا زمانہ مبارکہ سیاسی اعتبار سے بہت ہی اتھل پتھل رہا، حکومت وقت کے زیادہ تر اہل کار فسق وفجور، جنگ وجدال، فتنہ وفساد، خون ریزی اور گہری سازشوں کے شکار رہے۔ آپ نے اپنی متاع زندگی ۷۰/ سال گزاری، جن میں ۵۲/سال دور اموی میں اور ۱۸/سال عباسی دور میں گزرے۔ اموی بادشاہ عبد الملک بن مروان (مدت حکومت: ۵۶ھ۔۸۶ھ) کے عہد حکومت میں ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور عباسی بادشاہ ابوجعفر عبداللہ بن محمد منصور (مدت حکومت: ۱۳۶ھ۔ ۱۵۸ھ) کے عہد خلافت میں ۱۵۰ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اس درمیان آپ نے ۱۰/اموی خلیفہ اور ۲/عباسی خلیفہ کا زمانہ پایا، گویا آپ نے حکومت امویہ کا عروج وزوال دیکھا اور عباسی حکومت کا نقطہ آغاز بھی دیکھا۔

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت سے دستبردار ہونے کے بعد صحابی رسول امیر المؤمنین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکومت سونپی، یہیں سے بنی امویہ کے دور حکومت کی ابتداء ہوتی ہے۔ بنی امویہ نے اس دھرتی پر ۹۲/سال تک حکومت کی، اس مدت میں ۱۴/سال حضرت امیر معاویہ کے خاندان کے افراد نے حکومت کی اور ۷۸/سال مروانی خاندان کے لوگوں کی حکومت رہی، جب خلافت راشدہ کی جگہ ملوکیت نے جگہ لی، اسی وقت سے نظام حکومت میں اصول وضابطہ کا خون ہونے لگا، بیت المال کو حکومت وقت کا خزانہ سمجھا جانے لگا، حکمرانوں سے محاسبہ ختم ہوگیا، حق گوئی کی جگہ قتل یا قید کی سزا تجویز کی گئی، اسلامی شریعت کی بالادستی سے کھلم کھلا انکار کیا جانے لگا، انارکی نے جنم لیا اور علمائے حق کی زبان کند کردی گئی، اہل علم وفکر اموی دور حکومت کی بربریت اور غیر اسلامی طرز حکومت سے متنفر ہونے لگے۔ مدینہ طیبہ کی بزرگ شخصیت حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ”بنی مروان انسانوں کو بھوکا رکھتے تھے اور کتوں کا پیٹ بھرتے تھے“ اور بصرہ کے تابعی اور خلیفۂ حضرت مولیٰ علی مشکل کشا سیدنا امام حسن بصری رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے ”اس زمانے کی امرا کی تلواریں، ہماری زبانوں کے آگے بڑھ گئی ہیں، جب ہم گفتگو کرتے ہیں تو وہ ہمیں تلوار سے جواب دیتے ہیں“

معلوم ہوا کہ بنی امیہ کی حکومت اسلامی روح سے خالی تھی، شریعت کی

جگہ طبیعت نے لے رکھی تھی، دور دور تک خلافت راشدہ کی جھلک دیکھائی نہیں دیتی تھی۔ ان حالات سے تنگ آکر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ۱۳۰ھ میں مکۃ المکرمہ تشریف لے جاتے ہیں اور ٹھیک دوسال کے بعد ۱۳۲ھ میں بنی امویہ کی حکومت کا خاتمہ ہوتا ہے۔ بقول حضرت علامہ ابن حجر مکی قدس سرہ العزیز:

''حضرت امام صاحب سلطنت عباسیہ کے دوسرے خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی کے دور حکومت میں مکہ معظمہ سے کوفہ تشریف لائے، اس نے آپ کی بڑی تعظیم وتوقیر کی اور حکم دیا کہ دس ہزار درہم اور ایک باندی امام کی خدمت میں پیش کی جائے، لیکن آپ نے قبول کرنے سے انکار کیا'' اور فرمان رسالت مآب ﷺ کی غیب کی خبر حرف بحرف صادق آتی ہے، حضرت عباس بن عبد المطلب کے خاندان کی حکومت عرب کی زمین پر قائم ہوتی ہے۔

بنی عباس کا پہلا خلیفہ عبداللہ بن محمد ہوا، اور اس نے ابو العباس سفاح کے نام سے شہرت پائی، سفاح کی شہرت کی یہ وجہ تھی کہ اس نے بنی امیہ کے ایک ایک بچہ کو قتل کیا، ہشام بن عبد الملک کی قبر کھود ڈالی اور اس کی لاش کو کوڑوں سے پیٹا، اس نے ظلم و بربریت عام کیا، حتیٰ کہ اس کے دست راست ابو مسلم خراسانی نے بنی امیہ کے اقتدار کے خاتمہ کے بعد چھ لاکھ انسانوں کو ابدی نیند سلایا اور اموی سرداروں کی تڑپتی لاشوں پر فرش بچھا کر کھانا کھایا، ان بربریت کا کھیل کھیلنے کی وجہ سے لوگوں کے درمیان سفاح سے مشہور ہوا۔

ابو العباس سفاح نے ۱۳۲ھ میں حکومت کی باگ ڈور سنبھالی، چار سال مدت حکومت رہی، ان سالوں میں اس نے تمام دشمنوں کا قلعہ قمع کیا، نئی حکومت کو مستحکم کرنے کے لئے مضبوط لائحہ عمل تیار کیا، اور عراق میں شہر انبار کو دار السلطنت بنایا، ۱۳۶ھ میں ابو العباس سفاح کے بعد اس کا بھائی ابو جعفر منصور تخت نشیں ہوتا ہے، اس نے ۲۲ سال حکومت کی اور اس نے خلافت بنو عباس کو مزید مستحکم کیا، اس نے یہ اعلان کیا کہ جس کو کسی حاکم سے تکلیف پہنچے وہ بلا روک ٹوک اس کی شکایت اس سے کرسکتا ہے، اور اس نے خود ایک سادہ زندگی بسر کی۔ ۱۵۸ھ تک اس کی حکومت قائم رہی۔

اموی دور حکومت کے بادشاہ ہشام بن عبد الملک نے زمام حکومت سنبھالی تو اس وقت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے مسند درس وافتا کو رونق بخشی، امام اعظم نے اسی کی حکومت میں عملی طور پر سیاست میں قدم رکھا، آپ نے حکمراں کے غیر شرعی معمولات کے خلاف آواز بلند کی، حق گوئی اور بے باکی کو ہمیشہ مقدم رکھا، بادشاہ وقت کے رعب ودبدبہ کو کبھی خاطر میں نہیں لایا اور اعلائے کلمۃ الحق کا غلغلہ بلند رکھا۔ جب حضرت زید بن علی نے حکومت کے ظلم واستبداد کے خلاف مہم شروع کی تو حضرت امام اعظم نے ان کا بھرپور ساتھ دیا، علامہ موفق علیہ الرحمہ حضرت امام اعظم کے سیاسی رجحانات کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت زید بن علی نے امام ابو حنیفہ کے پاس ایک قاصد بھیجا وہ انہیں اپنا ہم نوا بنانا چاہتے ہیں، حضرت امام نے قاصد سے کہا کہ اگر مجھے یہ یقین ہوتا کہ لوگ انہیں دھوکہ نہیں دیں گے اور وفاداری کے ساتھ آپ کا ساتھ دیں گے تو میں ان کا اتباع کرتا اور ان کے ساتھ رہ کر جہاد کرتا۔ اس لئے کہ وہ امام برحق ہیں، لیکن مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں لوگ (اہل کوفہ) انہیں دھوکہ نہ دے دیں جیسا کہ ان کے آباء واجداد کو دیا، لیکن میں ان کی مال کے ذریعہ مدد کرتا ہوں تا کہ ان کے کام آئے اور کہا کہ میرا یہ عذر بیان کردینا اور یہ دس ہزار درہم میری جانب سے ان کی خدمت میں پیش کردینا'' (مناقب، علامہ

موفق، ج:۱، ص: ۲۶۰)

حضرت امام اعظم قدس سرہ نے حضرت زید بن علی کی حمایت اور اعانت کر کے حکومت وقت کو للکارا اور یہ باور کرایا کہ ہم اہل حق کے ساتھ ہیں، آپ ظالم و جابر حکمراں سے سیاسی بغاوت کر کے عتاب کے شکار ہوئے۔ حکومتی کارندوں کی نگاہوں میں کھٹکنے لگے اور طرح طرح کے حیلے بہانے بنا کر اذیتیں دی جانے لگیں۔

ایک مرتبہ عراق کے ظالم گورنر زید بن عمرو بن ہبیرہ نے آپ کو عہدۂ قضا دینا چاہا، آپ نے انکار کر دیا، تو اس نے انہیں قید میں ڈال دیا، انہیں بتایا گیا کہ خلیفہ نے قسم کھائی ہے کہ جب تک تم منصب قضا قبول نہیں کرو گے وہ تمہیں نہیں چھوڑے گا، وہ ایک تعمیر کا ارادہ رکھتا ہے، جس کی اینٹ گننے کی ذمہ داری تمہارے سپرد کرنا چاہتا ہے ، تو آپ نے فرمایا: بخدا اگر وہ مجھ سے یہ توقع رکھے کہ میں اس کی خاطر مسجد کی دریں گنوں تو یہ بھی نہیں کروں گا۔ جب پروانۂ آزادی مل گیا تو فرمایا: مجھے اپنی مار کا اتنا غم نہیں تھا، جتنا کہ مجھ پر مار کی وجہ سے میری والدہ کی پریشانیوں کا صدمہ تھا۔

عباسی خلیفہ منصور کے دور حکومت میں جب محمد بن عبد اللہ نفس زکیہ نے بغاوت کی تو حضرت امام اعظم نور اللہ مرقدہ نے ان کی جرأت کو داد تحسین سے نوازا۔ واقعہ یوں ہے کہ ”عباسی بادشاہ منصور کو جب یہ اطلاع ملی کہ محمد نفس زکیہ نے حکومت کے خلاف بغاوت کر دی ہے، یہ تحریک ایک ہمہ جہت انقلابی تحریک تھی، ایک ہی روز میں پوری سلطنت کا تختہ الٹنے کی تیاری مکمل ہو چکی تھی، مدینہ منور میں کوئی ایسا فرد نہیں رہ گیا تھا جس نے محمد نفس زکیہ کی حمایت میں ہاتھ نہ اٹھایا ہو، محمد نفس زکیہ اور ان کے بھائی نفس رضیہ اس لحاظ سے مضبوط تھے، کہ اجتماعی تحریک کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں تھی“ (انوار امام اعظم، ص:۱۴۳)

اموی سلطنت کے سیاسی باغی حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہما اور عباسی حکومت کے سیاسی باغی حضرت محمد بن عبد اللہ نفس زکیہ کی حمایت اس امر کی غمازی کر رہی ہے کہ امام زماں حکومت وقت کے ظالمانہ رویہ، غیر شرعی امور کے انطباقات اور مسئلہ قضائت میں طبیعت کے دخل کے سخت مخالف تھے، ہزار ہا اصطلاحات کے باوجود کوئی تبدیلی نظر نہ آئی، دوسری طرف ان بزرگان دین کی سیاسی بغاوت کو حضرت امام اعظم نے نعمت غیر مترقبہ تصور کرتے ہوئے اپنی سیاسی حمایت کا اعلان کر دیا، حتی کہ محمد نفس زکیہ اور ان کے بھائی ابراہیم نفس رضیہ کی انقلابی تحریک مدینہ منورہ اور کوفہ و بصرہ میں خفیہ طور پر سرگرم عمل تھی تو اس وقت آپ عباسی فوج کے سپہ سالار حسن بن قحطبہ کو اس سے توڑنے میں مصروف تھے اور اس سلسلہ میں کامیابی بھی ملی اور حضرت علی بن زید کے خروج کو حضور ﷺ کے خروج بدر سے تشبیہ دیتے تھے۔

ان سیاسی باغیانہ طرز عمل کی بنا پر حکومت وقت کا جاہ و جلال اور شاہانہ شوکت و دبدبہ کا عتاب لازمی امر تھا۔ امام اعظم نت نئے بہانے سے عتاب کے شکار ہوتے ہیں اور پابہ سلاسل قرار دئے جاتے ہیں۔

علامہ ابن البرازی لکھتے ہیں ”ابو جعفر منصور نے امام اعظم ابو حنیفہ کو منصب قضا پیش کرنے اور قاضی القضاۃ بنانے کے لئے قید کر دیا، انکار کرنے پر ایک سو دس کوڑے لگوائے اور اس شرط پر قید خانہ سے رہا کیا کہ آپ گھر سے باہر نہ نکلیں، نیز مطالبہ کیا کہ جو مسائل وہ بھیجے ان میں فتویٰ دے دیا کریں، وہ مسائل بھیجتا مگر آپ ان کا جواب نہ دیتے تھے، منصور نے پھر قید کرنے کا حکم دیا، چنانچہ آپ دوبارہ محبوس ہوئے اور اس نے آپ پر بے حد سختی کی“

علامہ داؤد بن راشد واسطی کا بیان ہے کہ ”جب منصور کی قضا کو قبول کر

نے کے لئے امام صاحب کو جسمانی تکلیف دی جارہی تھی، تو میں موجود تھا، ہر روز قید سے باہر نکال کر آپ کو دس کوڑے لگائے جاتے، آپ سے کہا جاتا تھا، قاضی بننا قبول کیجئے، آپ فرماتے: میں اس کے لائق نہیں ہوں، جب مسلسل کوڑے مارے جانے لگے تو آپ نے چپکے چپکے کہنا شروع کیا، اے اللہ! اپنی قدرت کاملہ سے ان کا شر مجھ سے دور کردے، جب نہ مانے تو آپ کو زہر دے کر مار دیا گیا"

علامہ ابن البرازی، المناقب میں لکھتے ہیں "جب آپ ایک عرصہ تک قید و بند سے دوچار رہے تو خلیفہ کے بعض خاص امراء نے آپ کی سفارش کی، تب آپ کو قید سے رہا تو کردیا گیا، لیکن فتویٰ دینے ،لوگوں کی ملاقات کرنے اور گھر سے باہر جانے کی ممانعت کردی گئی ،وفات تک آپ کی یہی حالت رہی"

بہر حال آپ کا وصال حق سخت اذیتوں اور بے حد تکلیفوں کے سایئے میں ہوا، اسلام کے اس مرد حق آگاہ نے اپنے علم وفضل اور رفعت و عظمت کی تمام تر رعنائیوں کو دامن کرم میں بسائے ہوئے ۱۵۰ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حیات مبارکہ میں سے سیاسی تدبر اور سیاسی افکار ونظریات کا جب ہم تفصیل سے جائزہ لیتے ہیں تو اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ:

☆ آپ کا طبعی رجحان ومیلان حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس اولاد کی جانب تھا جو حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے تھی اور یہی میلان آپ کے ابتلا کا سبب بنا، اور ابتلا بھی ایسا شدید کہ آپ کے شہید ہونے میں تھوڑی ہی کسر رہ گئی تھی۔

☆ جن علویوں نے اموی یا عباسی دور میں خروج کیا تھا، آپ نے اس میں عملی شرکت نہیں کی، بلکہ آپ ایک مفتی کی حیثیت سے اپنے حلقہ درس وافتا میں صرف ترغیب وتثبیت پر اکتفا فرماتے تھے، چنانچہ حسن بن قحطبہ کے معاملہ میں یہی ہوا، آپ فتویٰ صادر کرنے میں اس بے باک مفتی کے منصب سے تجاوز نہ فرماتے تھے جو مسئلہ دریافت کئے جانے پر اپنے ضمیر کی ترجمانی کرتے ہوئے سچا فتویٰ دیتا ہے اور اس ضمن میں کسی کے اثر ورسوخ یا شوکت ودبدبہ سے بالکل متاثر نہیں ہوتا۔

☆ جب ابراہیم نے منصور کے خلاف خروج کیا تو آپ کا میلان اس کی جانب تھا اور جب منصور کے بعض سپہ سالاروں نے ابراہیم کے خلاف لڑنے کا فتویٰ پوچھا تو آپ نے انہیں اجازت تو نہ دی مگر ابراہیم کے معاونین کو آمادۂ خروج ضرور کرتے رہے۔

☆ آپ کا فرمان تھا کہ زمام خلافت ہاتھ میں لینے سے پہلے خلیفہ کا انتخاب عمومی ہونا چاہیے اور سب لوگوں کو اس میں شرکت کا موقع دینا چاہئے۔

☆ بنو امیہ کی خلافت کے لئے ان کی رائے میں کوئی شرعی وجہ جواز نہ تھی، تاہم آپ نے ان کے خلاف تلوار نہیں اٹھائی، ممکن ہے کہ آپ یہ کام کرنا چاہتے ہوں لیکن چند وجوہ واسباب کے پیش نظر اسے انجام نہ دے سکے۔

☆ جب حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کے شہزادے حضرت زید شہید رضی اللہ عنہ نے ۱۲۱ھ میں ہشام بن عبدالملک اموی کے خلاف بغاوت کی تو آپ نے فرمایا: زید کا جہاد کے لئے نکلنا حضور ﷺ کے بدر کے دن نکلنے کے مشابہ ہے۔

☆ جب بنو عباس کی حکومت قائم ہوئی تو آپ نے فرمایا: خدا کا شکر ہے کہ اس نے نبی کریم ﷺ کے رشتہ داروں کو خلافت کا وارث بنایا، ظالموں کے ظلم کو ہم سے دور کیا، اور ہماری زبانوں پر حق کو جاری کیا۔

امام اعظم اور علم فقہ

مولانا طارق انور رضوی (کیرلا)

امام اعظم کا فقہ کی جانب میلان: خطیب بغدادی نے لکھا ﴿عن زفر بن هذيل قال سمعت اباحنيفة يقول كنت انظر في الكلام حتّٰى بلغت فيه مبلغًا يشار الَيَّ بالاصابع وكنا نجلس بالقرب من حلقة حماد بن ابى سليمان فجائتنى امرأة فقالت لى-رجل له امرأة امة، اراد ان يطلقها للسنة، كم يطلقها؟ فلم ادرما اقول-فامرتها ان تسأل حمادًا ثم ترجع فتخبرنى-فسألت حمادًا فقال-يطلقها وهى طاهرة من الحيض والجماع تطليقةً ثم يتركها حتّٰى تحيض حيضتين فاذا اغتسلت فقد حلت للازواج-فرجعت فاخبرتنى فقلت -لاحاجة لى فى الكلام واخذت نعلى فجلست الٰى حماد فكنت اسمع مسائله فاحفظ قوله ثم يعيدها من الغد فاحفظها ويخطئ اصحابه فقال -لايجلس فى صدر الحلقة بحذائى غير ابى حنيفة فصحبته عشر سنين﴾ (تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۳۳-تبیض الصحیفہ ص ۲۳)

(ت) حضرت امام زفر بن ہذیل م ۱۵۸ھ نے کہا کہ امام ابوحنیفہ کو فرماتے سنا کہ میں علم الکلام میں غور وخوض کرتا تھا یہاں تک کہ میں علم الکلام میں اس منزل تک پہونچ گیا کہ میری جانب انگلیوں سے اشارہ کیا جاتا اور ہم لوگ حماد بن ابی سلیمان کی مجلس کے قریب بیٹھتے تھے-پس ایک عورت آئی تو اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ ایک آدمی ہے، اس کی بیوی باندی ہے-وہ آدمی اسے طلاق سنت دینا چاہتا ہے تو اسے کتنی طلاق دے گا؟ پس مجھے معلوم نہ ہوا کہ میں کیا کہوں-تو میں نے اسے حکم دیا کہ حماد بن ابی سلیمان سے پوچھے-پھر واپس آکر مجھے بتائے-پھر اسنے حماد سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا-اسے ایک طلاق دے گا جب وہ حیض اور جماع سے پاک ہو پھر اسے چھوڑ رکھے گا یہاں تک کہ اسے دو حیض آئیں-پس جب وہ (دوسرے حیض سے فارغ ہو کر) غسل کرلے تو وہ شوہروں کے لئے حلال ہوگئی (باندی کی عدت دو حیض ہے) پھر اس عورت نے واپس آکر یہ بات مجھے بتائی-تو میں نے کہا کہ مجھے علم الکلام کی ضرورت نہیں ہے اور میں اپنے جوتے لے کر حماد کے پاس بیٹھ گیا-پس میں ان کے مسائل سنتا اور ان کا قول یاد کرلیتا-پھر وہ کل اس کا اعادہ کرتے تو میں اسے یاد رکھتا اور ان کے تلامذہ خطاء کر جاتے-تو امام حماد نے فرمایا کہ درمیان مجلس میں میرے سامنے ابوحنیفہ کے علاوہ کوئی نہ بیٹھے-پس میں دس سال ان کی صحبت میں رہا۔

اقول: امام ابوحنیفہ دس سال حماد کی صحبت میں رہے-پھر کچھ دنوں کیلئے بصرہ گئے-پھر واپس آکر آٹھ سال یعنی حماد کی وفات تک ان کی صحبت میں رہے-اس طرح کل اٹھارہ سال ان سے فقہ حاصل کرتے رہے۔

بصرہ کا سفر: حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ دس سال تک حضرت امام حماد بن ابی سلیمان رضی اللہ عنہ کے پاس فقہ اسلامی کی تعلیم

حاصل کرنے کے بعد کوفہ سے بصرہ چلے گئے- پھر واپس آکر آٹھ سال تک حضرت حماد کے پاس فقہ کی تعلیم میں مشغول رہے- اس طرح آپ کل اٹھارہ سال تک اپنے استاذ فقہ امام حماد بن ابی سلیمان رضی اللہ عنہ م۱۲۰ھ کی خدمت میں رہے- حماد بن ابی سلیمان کے بعد آپ ان کے جانشین بنائے گئے۔

﴿قال احمد بن عبد اللّٰہ العجلی حدثنی اَبِیْ قال- قال ابو حنیفة- قدمتُ البصرة فظننت انی لاأُسْأَلُ عن شیء الا اَجَبْتُ فیه- فَسَأَلُوْنی عن اشیاء، لم یکن عندی فیها جواب- فجعلت علٰی نفسی انی لا اُفَارِقُ حمادًا حتّٰی یموت- فَصَحِبْتُهُ ثمانی عشرةَ سَنَةً﴾ (سیر اعلام النبلاء ج۶ ص۳۹۸- تاریخ بغداد ج۱۳ ص۳۳۳)

(ت) امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ میں بصرہ آیا- تو میں نے خیال کیا کہ مجھ سے جس چیز کے بارے میں سوال کیا جائے گا، میں جواب دوں گا- پس لوگوں نے مجھ سے چند چیزوں کے بارے میں سوال کیا، جن کے بارے میں کوئی جواب میرے پاس نہیں تھا- تو میں نے اپنے اوپر لازم کر لیا کہ میں حماد بن ابی سلیمان سے جدا نہیں ہوں گا یہاں تک کہ ان کی وفات ہو جائے - پس میں اٹھارہ سال ان کی صحبت میں رہا۔

امام حماد بن ابی سلیمان کی جانشینی:

امام ابوحنیفہ دس سال تک امام حماد کے پاس فقہ کی تحصیل کرتے رہے- دس سال بعد امام حماد بن ابی سلیمان اپنی حیات میں امام ابوحنیفہ کو اپنا جانشین بنا کر دو مہینہ کیلئے بوجہ ضرورت بصرہ چلے گئے۔

خطیب بغدادی نے لکھا﴿فجائه فی تلک اللیلة نعی قرابة له قد مات بالبصرة وترک مالًا و لیس له وارثًا غیره فامرنی ان اجلس مکانه فما هو الا ان خرج حتّٰی وردت عَلَیَّ مسائل لم اسمعها منه- فکنت اجیب و اکتب جوابی فغاب شهرین ثم قدم فعرضت علیه المسائل و کانت نحوًا من ستین مسألة فوافقنی فی اربعین وخالفنی فی عشرین والیت علٰی نفسی ان لا افارقه حتی یموت فلم افارقه حتّٰی مات﴾ (تاریخ بغداد ج۱۳ ص۳۳۳)

(ت) پس اسی رات کو ان کے پاس ان کے ایک رشتہ دار کی موت کی خبر آئی، جنہوں نے بصرہ میں انتقال کیا تھا اور انہوں نے مال چھوڑا تھا اور امام حماد کے علاوہ ان کا کوئی وارث نہیں تھا- پس انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں ان کی جگہ بیٹھوں پھر وہ بصرہ چلے گئے- یہاں تک کہ مجھ سے کچھ مسائل دریافت کئے گئے جنہیں میں نے ان سے نہ سنا تھا- پس میں جواب دیتا اور اپنا جواب لکھ لیتا- پس وہ دو ماہ غائب رہے پھر کوفہ آئے- تو میں نے ان کے پاس وہ مسائل پیش کئے اور وہ قریباً ساٹھ مسائل تھے- تو انہوں نے چالیس مسائل میں میری موافقت فرمائی اور بیس مسائل میں میری مخالفت کی- پس میں نے اپنے اوپر قسم کھائی یہ میں ان سے جدا نہ ہوں گا یہاں تک کہ ان کی وفات ہو جائے- پس میں ان سے جدا نہ ہوا یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی۔

فقہ وافتاء کی مسند نشینی:

(۱) قاضی ابوعبداللہ حسین بن علی صیمری حنفی م۴۳۶ھ نے لکھا﴿عن حماد بن سلمة یقول کان مفتی الکوفة والمنظور الیه فی الفقه بعد موت ابراهیم النخعی حماد بن ابی سلیمان فکان الناس به اغنیاء فلما مات احتاجوا الٰی من یجلس لهم وخاف اصحابه ان یموت ذکره ویندرس العلم و کان لحماد ابن حسن

المعرفة فاجمعوا عليه فجائه اصحاب ابيه ابوبكر النهشلى و ابوبردة العتبى ومحمد بن جابر الحنفى وغيرهم فاختلفوا اليه فكان الغالب عليه النحو و كلام العرب فلم يصبرلهم على القعود فاجمع رأيهم علىٰ ابى بكرالنهشلى فسألوه فابىٰ فسألوا ابابردة فابىٰ فقالوا لابى حنيفة فقال-ما احب ان يموت العلم فساعدهم وجلس لهم فاختلفوا اليه ثم اختلف اليه بعدهم ابويوسف واسد بن عمرو والقاسم بن معن وزفربن هذيل والوليد ورجال من اهل الكوفة فكان ابوحنيفة يفقههم فى الدين وكان شديد البر بهم والتعاهد﴾ (اخبارابی حنیفہ ص۲۱)

〈ت〉 حافظ حماد بن سلمہ بصری م ۱۶۷ھ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نخعی م ۹۵ھ کے بعد کوفہ کے مفتی اور فقہ میں مرجع حماد بن ابی سلیمان تھے-پس لوگ ان کی وجہ سے بے نیاز تھے-پھر جب ان کی موت ہوگئی تو لوگ حاجتمند ہوئے کہ کوئی ان کیلئے (فقہی مسائل بتانے کیلئے) بیٹھے اور حماد کے اصحاب کو حماد کی یاد مٹ جانے اور علم فقہ ختم ہوجانے کا خوف ہوا-اور حماد بن ابی سلیمان کے ایک صاحبزادے (اسماعیل بن حماد) اچھے علم والے تھے-پس لوگ ان پر متفق ہوگئے اور ان کے والد امام حماد کے اصحاب ابوبکر نہشلی، ابوبردہ عتبی، محمد بن جابر حنفی وغیرہم ان کے پاس آئے (اور وہ فقہ وفتاویٰ کیلئے راضی ہوگئے)-پھر اصحاب حماد ان کے پاس آنے جانے لگے-اور اسماعیل بن حماد پر علم نحو اور کلام عرب (علوم ادبیہ) کا غلبہ تھا تو وہ لوگوں (کے فتاویٰ ومسائل) کیلئے بیٹھنے پر صبر نہ کرسکے-پس لوگوں کی رائے ابوبکر نہشلی پر متفق ہوئی-پس لوگوں نے ان سے دریافت کیا تو وہ انکار کرگئے-پھر لوگوں نے ابوبردہ عتبی سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی انکار کردیا-پھر لوگوں نے ابوحنیفہ کو کہا تو انہوں نے فرمایا-میں علم فقہ کا ختم ہوجانا پسند نہیں کرتا ہوں-پس انہوں نے لوگوں کی موافقت کی اور ان کیلئے بیٹھے-پس اصحاب حماد ان کے پاس آنے جانے لگے-پھر ان کے بعد ان کے پاس ابویوسف، اسد بن عمرو، قاسم بن معن، زفر بن ہذیل، ولید اور کوفہ کے لوگ آمدورفت کرنے لگے-پس ابوحنیفہ انہیں دین کی فقہ سکھاتے اور وہ لوگوں کے ساتھ بہت اچھا سلوک اور پابندی کرنے والے تھے-

〈۲〉﴿وجعل امره يزداد علوًا وكثراصحابه حتى كانت حلقته اعظم حلقة فى المسجد﴾

(اخبارابی حنیفہ ص۲۲-عالم الکتب بیروت)

〈ت〉 امام ابوحنیفہ کا معاملہ بلندی کی طرف بڑھتا رہا اور ان کے اصحاب بڑھتے گئے-یہاں تک کہ ان کی مجلس مسجد میں سب سے بڑی مجلس ہوگئی-

فقہ امام اعظم نورالٰہی: حافظ ابوجعفر عقیلی م ۳۲۲ھ نے لکھا﴿عن حمادبن زيد يقول سمعت ايوب وذكر ابوحنيفة فقال ايوب-يريدون ان يطفئوا نورالله بافواههم ويابى الله الا ان يتم نوره ولو كره الكافرون﴾

(الضعفاء للعقیلی ج۴ص۲۸۰-دارالمکتبۃ العلمیۃ بیروت)

〈ت〉 حماد بن زید م ۱۷۹ھ نے کہا کہ میں نے ایوب سختیانی (۶۸ھ-۱۳۱ھ) کو فرماتے سنا جب ان کے پاس امام ابوحنیفہ کا ذکر ہوا تو انہوں نے فرمایا-لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو بجھادیں اور اللہ اس سے انکار فرماتا ہے اور اللہ اپنے نور کو مکمل فرمائے گا-اگرچہ انکار کرنے والے اسے ناپسند کریں (یہ قرآنی آیت ہے)

اقول: ایوب سختیانی بصری تابعی ہیں-انہوں نے عمرو بن سلمہ جرمی

بصری صحابی سے روایت کیا۔ الختصر ایک جلیل القدر تابعی نے امام اعظم کی فقہ کو نور الٰہی سے تشبیہ دی۔ اور یہ خوشخبری بھی دی کہ اللہ اسے مکمل فرمائے گا۔

امام اعظم اور فقہاء متبوعین

قران السعدین: ﴿۱﴾ عن ابن الدراوردی قال رأیت مالکا وابا حنیفة فی مسجد رسول اللہ ﷺ بعد العشاء الاٰخرة وھما یتذ اکران ویتدارسان حتّٰی اذا وقف احدھما علی القول الذی قال بہ وعمل علیہ امسک احدھما عن صاحبہ من غیر تعسف ولا تخطئة لواحد منھما حتّٰی یصلیا الغداة فی مجلسھما ذلک ﴾ (اخبار ابی حنیفة للصیمری ص ۸۱)

〈ت〉 حافظ عبدالعزیز بن محمد دراوردی مدنی م ۱۸۷ھ نے کہا کہ میں نے امام مالک (۹۳ھ۔۱۷۹ھ) اور امام ابوحنیفہ کو عشاء کے بعد مسجد نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں دیکھا اور وہ دونوں آپس میں مذاکرہ اور باہم علمی گفتگو فرما رہے تھے۔ اور جب ان میں سے ایک اس قول پر ٹھہر جاتے جس کا انہوں نے قول کیا اور جس پر عمل کیا تو دوسرے خاموش ہو جاتے بغیر ناپسندیدگی کے اور ان دونوں میں سے کسی کو خطاء پر قرار دیئے بغیر۔ یہاں تک کہ ان دونوں نے اپنی اسی مجلس میں نماز صبح ادا کی۔

〈۲〉 ﴿عن ابن المبارک قال کنت عند مالک بن انس فدخل علیہ رجل فرفعہ ثم قال اَتَدْرُوْنَ من ھذا حین خرج۔ قالوا، لا۔ وعرفتہ انا۔ فقال ھذا ابو حنیفة العراقی۔ لو قال ھذہ الاسطوانة من ذھب، لخرجت کما قال۔ لقد وفق لہ الفقہ حتی ما علیہ کبیر مؤنة۔ قال و دخل علیہ الثوری فاجلسہ دون الموضع الذی اجلس فیہ اباحنیفة۔ فلما خرج۔ قال ھذا سفیان وذکر من فقہہ وورعہ﴾ (اخبار ابی حنیفة للصیمری ص ۸۲)

〈ت〉 حضرت عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ میں امام مالک کے پاس تھا۔ پس ان کے پاس ایک آدمی آئے تو انہوں نے انہیں اونچی جگہ بٹھایا پھر جب وہ چلے گئے تو امام مالک نے فرمایا۔ تم لوگ جانتے ہو، یہ کون ہیں۔ لوگوں نے کہا نہیں۔ اور میں (عبداللہ بن مبارک) نے انہیں پہچان لیا۔ تو امام مالک نے فرمایا کہ یہ ابوحنیفہ عراقی ہیں۔ اگر وہ کہہ دیں کہ یہ ستون سونے کا ہے۔ تو میں تسلیم کرلوں گا جیسا انہوں نے کہا۔ انہیں فقہ کی قوت دی گئی ہے یہاں تک کہ فقہ ان کیلئے بڑی مشکل نہیں ہے۔ ابن مبارک نے کہا کہ امام مالک کے پاس سفیان ثوری آئے تو انہوں نے اس جگہ کے علاوہ میں انہیں بٹھایا جہاں ابوحنیفہ کو بٹھایا تھا۔ پس جب وہ چلے گئے تو انہوں نے فرمایا۔ یہ سفیان ثوری ہیں اور ان کی فقاہت اور ان کے تقویٰ کو بیان فرمایا۔

امام اعظم اور امام شافعی: ﴿قال۔ انی لاتبرک بابی حنفیة واجیء الٰی قبرہ۔ فاذا عرضت لی حاجة صلیت رکعتین وسألت اللہ تعالٰی عند قبرہ فتقضی سریعًا﴾ (مقدمہ ردالمحتار ج ۱ ص ۱۳۴)

〈ت〉 حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے برکات حاصل کرتا ہوں اور ان کے مزار پاک پر

حاضری دیتا ہوں اور جب مجھے کوئی ضرورت پیش ہوتی ہے تو دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد ان کے مرقد کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں، پس ضرورت جلد پوری ہوجاتی ہے۔

امام اعظم اور امام احمد بن حنبل: حافظ ابن عدی نے لکھا ﴿عن ابراهيم بن يعقوب يقول سمعت احمد بن حنبل يقول-انماكان ابو حنيفة تابعة،ما اخترع قولًا ولا انشر خلافه-لان اهل الكوفة ابراهيم التيمى والشعبى والحكم وغيرهم﴾ (الكامل فى ضعفاء الرجال ج۸ص۲۴۰-دار الكتب العلمية بيروت)

〈ت〉 حضرت امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ (اسلاف کا) بہت اتباع کرنے والے تھے-انہوں نے کوئی نیا قول نہ کیا-اور نہ (متقدمین کے قول کے) کچھ خلاف پھیلایا-اس لئے کہ کوفہ کے فقہاء ابراہیم تیمی، امام شعبی اور حکم بن عتیبہ کندی م۱۱۵ھ وغیرہم تھے (اور امام ابوحنیفہ انہیں فقہاء کے نقش قدم پر چلے)

شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۱۴ھ-۱۱۷۶ھ) نے لکھا ﴿كان ابو حنيفة رحمه الله الزمهم بمذهب ابراهيم واقرانه-لايجاوزه الا ماشاء الله وكان عظيم الشان فى التخريج على مذهبه دقيق النظر فى وجوه التخريجات مقبلًا على الفروع اتم اقبال-وان شئت ان تعلم حقيقة ما قلنا فَلَخّصْ اقوال ابراهيم من كتاب الأثار لمحمد رحمه الله تعالى وجامع عبد الرزاق ومصنف ابى بكر بن ابى شيبة ثم قايسه بمذهبه ،تجده لا يفارق تلك المحجة الا فى مواضع يسيرة و هو فى تلك اليسيرة ايضا لا يخرج عما ذهب اليه فقهاء الكوفة﴾ (الانصاف ص۱۶)

〈ت〉 امام ابوحنیفہ ابراہیم نخعی اور ان کے معاصرین کے مذہب کی سب سے زیادہ پابندی کرنے والے تھے اور اس سے وہ تجاوز نہ فرماتے مگر جو اللہ چاہے-اور اپنے مذہب کے مطابق مسائل کی تخریج میں عظیم الشان تھے، تخریج کے طریقوں میں باریک نظر رکھنے والے تھے، فرعی مسائل میں خوب غور کرنے والے تھے-اور اگر تم ہمارے قول کی حقیقت جاننا چاہو تو تم امام محمد کی کتاب الآثار اور مصنف عبد الرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ سے امام ابراہیم نخعی م۹۵ھ کے اقوال کا خلاصہ کرلو-پھر امام ابوحنیفہ کے مذہب سے اس کا تقابل کرو-تم پاؤ گے کہ وہ ان کے طریقہ کار سے صرف چند جگہ الگ ہوتے ہیں-اور ان چند جگہوں میں بھی وہ اہل کوفہ کے مذہب سے باہر نہیں ہوتے ہیں (مذہب حنفی اکابر فقہاء کوفہ کے مذاہب کا خلاصہ ہے)

علامہ عینی نے لکھا ﴿كان احمد بن حنبل كثيرًا ما يثنى على ابى حنيفة﴾ (مغانی الاخیار ج۵ص۱۵۶)

〈ت〉 امام احمد بن حنبل امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی خوب تعریف کرتے تھے۔

علم الانساب اور سادات کرام

مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی [علیگ]

قرابت داریوں کے روشن سلسلے کونسبی سلسلہ کہا جاتا ہے۔

نسل ونسب کا یہ تسلسل ہر جاندار میں قدرت کی جانب سے ودیعت ہے۔اس میں انسان کی کوئی تخصیص نہیں۔ لیکن لفظ نسب صرف انسانوں کے نسلی سلسلے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ہم سب کے جد اعلیٰ سیدنا آدم صفی اللہ علیٰ نبینا وعلیہ السلام ہیں۔حدیث پاک میں تواضع کی تلقین کرتے ہوئے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشادفرماتے ہیں:

الناس بنو آدم و آدم من تراب [ترمذی،۲/۱۵۹]

تم سب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہواور حضرت آدم خاک کی پیداوار ہیں۔

جب نسل آدم علیہ السلام پھیلی تو آپسی شناخت برقرار رکھنے اور رابطے میں سہولت کی خاطر اللہ تعالیٰ نے آدمیوں کو مختلف طبقات اور خاندان میں تقسیم فرمایا۔ارشاد ربانی ہے:

یاایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثی و جعلنکم شعوبا و قبائل لتعارفوا،ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم، ان اللہ علیم خبیر [الحجرات:۱۳]

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد [حضرت آدم علیہ السلام]اور ایک عورت [حضرت حوا علیہا السلام] سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔ بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔ بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے[کنز الایمان]

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وھوالذی خلق من الماء بشرا فجعلہ نسبا و صھرا و کان ربك قدیرا [الفرقان:۵٤]

اور وہی ہے جس نے پانی سے بنایا آدمی پھر اس کے رشتے اور سسرال مقرر کی اور تمہارا رب قدرت والا ہے[کنز الایمان]

نسل وخاندان کا یہ سلسلہ قیامت تک دراز رہے گا جن کے درمیان مومن اور کافر، نیک وبد،شریف وکمین،صالح اور طالع، نامور اور نکمے، بہادر اور بزدل، مالدار اور غریب، ذی علم اور بے علم ،سلیم اور عیب دار افراد کا تسلسل قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے۔اولاد آدم میں اوصاف حسنہ اور اعمال سیۂ رکھنے والے طبقات کی پیداوار جہاں تقدیر الٰہی کی دین ہے،وہیں حسنات کی تاثیر اور طہارت آبائی کا بھی دخل رہا ہے۔ کیونکہ یہ دنیا دار الاسباب ہے اور ہر خیر وشر پر رب تبارک تعالیٰ خود ان کے مرتکبین پر بھی اثر مرتب فرماتا ہے اور ان

کی نسلوں میں بھی کچھ اثرات منتقل ہوتے ہیں۔ چند ارشادات رسول اس کی تائید میں حاضر کرتا ہوں۔ حدیث پاک میں ہے:

الناس معادن کمعادن الذهب والفضة والعرق دساس وادب السوء کعرق السوء۔ رواه البیهقی فی شعب الایمان والخطیب عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما[شعب الایمان، حدیث: ۱۰۹۷٤-دار الکتب العلمیة، بیروت، ۷/۴۵۵]

جیسے سونے چاندی کی مختلف کانیں ہوتی ہیں، یونہی آدمیوں کی ہیں اور رگ خفیہ اپنا کام کرتی ہے اور بری تربیت، بری رگ کی طرح ہے۔

دوسرا ارشاد نبوت ہے:

تزوجوافی الحجز الصالح فان العرق دسّاس، رواه ابن عدی والدارقطنی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنه [کنز العمال، حدیث:۴۴۵۵۹، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۶۰/۲۹۶]

اچھی نسل میں شادی کرو کہ رگ خفیہ اپنا کام کرتی ہے۔

آقائے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزید ارشاد فرماتے ہیں:

ایاکم وخضراء الدمن المرأة الحسناء فی المنبت السوء۔ رواه الرامهرمزی فی الامثال والدارقطنی فی الافراد والدیلمی فی مسند الفردوس عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنه [کنز العمال، حدیث: ٤٤٥٨٧، موسسة الرسالة بیروت، ۱٦٠/۳٠٠]

گھورے کی ہریالی سے بچو[جو اوپر سے دلکش نظر آتی ہے اور اندر کوڑا کرکٹ اور گندگی چھپی ہوتی ہے] یعنی بری نسل کی خوبصورت عورت نہ لاؤ۔

تفسیر "الدر المنثور" میں اس بابت کی خاص روایات مروی ہیں کہ آباؤ اجداد کا صلاح وتقویٰ آنے والی نسلوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ حضرت جابر ابن عبداللہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

ان اللہ یصلح بصلاح الرجل ولده وولدولده ویحفظ فی ذریته والدویرات حوله فمایزالون فی سترمن اللہ وعافیة ۔رواه ابن مردویة عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنهمامرفوعاوابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهمامن قوله وهذالفظه و المرفوع بمعناه لابن المبارك و ابن ابی شیبة عن محمدبن المکندر موقوفا[فتاویٰ رضویه / ۲٤۱ -الدر المنثور۔٤/۲۳٥].

بے شک اللہ تعالیٰ آدمی کی صلاح وتقویٰ سے اس کی اولاد در اولاد کو نیکی کی راہ پر گامزن فرمادیتا ہے اور اس کی نسل اور اس کے ہمسایوں میں اس کی برکتیں عطا فرمادیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کی پردہ پوشی اور فتنوں سے حفاظت کی جاتی ہے۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: ان اللّٰہ یخلف العبدالمومن فی ولدہ ثمانین عاماً۔ رواہ احمدفی الزھد

اللہ تعالیٰ بندۂ مومن کی اولاد میں اسی ۸۰ برس تک اس کے ایمان وتقویٰ کی برکتیں برقرار رکھتا ہے۔ [فتاویٰ رضویہ ۲۳/ ۲۴۱۔الدرالمنثور، ۴۰/ ۲۳۵]

نسب اور خاندان کی عالی مرتبتی ،انعامات الٰہیہ کی نسبت سے قائم ہوتی ہے۔ نبوت، ولایت، علم وحکمت، دین کی خدمت، تقویٰ اور باطنی طہارت، امارت، شجاعت، دولت کے حامل افراد جب دنیا میں تشریف لاتے ہیں تو انہیں معاشرے میں ایک خاص امتیاز اور اعزاز نصیب ہوتا ہے اور پھر ان کی نسبت سے ان کی نسلوں میں بھی یہ اعزازی شناخت رواں ہوجاتی ہے۔آپ ایک بار پھر ان مذکورہ بالا اعزازی شناخت کے خداداد زاویوں پر نگاہ ڈال لیں تو یہ احساس ذہن ودماغ پر دستک دیتا نظر آئے گا کہ نبوت سے لے کر دولت اور امارت تک کی اعزازی نسبتیں خاص انعامات الٰہیہ ہیں۔

انعامات الٰہیہ کی نسبت سے سنت الٰہیہ یہ ہے کہ جس پر انعام الٰہی ہوتا ہے، اس پر اوروں کی نسبت سے ذمہ داری بھی بڑھادی جاتی ہے۔ مشہور مقولہ ہے: حسنات الابرار سیئات المقربین۔ اور خود اس انعام پانے والے اور اس کے متعلقین پر اس نعمت کا احترام بھی لازم ہوتا ہے۔ ورنہ رحمت الٰہیہ رفتہ رفتہ اپنی بساط سمیٹ لیتی ہے اور اس معزز کو قدرت، ذلت کی پستی میں دھکیل دیتی ہے۔اس کی واضح مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت یہود ہے۔ قرآن حکیم میں اس طبقے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت کے اعزاز میں انعامات الٰہیہ کا تسلسل رہا لیکن جب یہ اعزاز یافتہ طبقہ، انعامات الٰہیہ کی مسلسل ناقدری کرتا رہا تو ان پر دائمی ذلت وخواری مسلط کردی گئی۔ ضربت علیھم الذلة این ماثقفوا [آل عمران :۱۱۲] ان پر جمادی گئی خواری جہاں ہوں۔

حدیث پاک میں ہے:

ان الزبانیة اسرع الی فسقة القراء منھم الی عبدة الاوثان [کنزالعمال، حدیث :۲۹۰۰۵،موسسة الرسالة، بیروت، ۱۰/ ۱۹۱]

بے شک جہنم میں زبانیہ نام کے عذاب دینے والے فرشتے، مشرکین کے بجائے فاسق علما کی طرف زیادہ تیزی کے ساتھ لپکیں گے۔

اس کی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے علم دین کی خداداد نعمت کی قدر نہیں کی، اس لیے ان پر دوہرا عذاب مسلط ہوگا۔ یونہی جو اپنی نسبت نبوت کی قدر نہیں کرتا اور اس مقدس رسول کے بتائے ہوئے راستے سے ہٹ جاتا ہے تو قدرت اسے تباہ کردیتی ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام کا نافرمان بیٹا کنعان، یا سادات کرام کے طبقے میں رافضی اور بدمذہب ہوجانے والے افراد۔ جو خاندانی نسبت ولایت

کی قدر نہیں کرتا ہے، اس پر قدرت، فسق وفجور مسلط کردیتی ہے۔ اس کی بہتیری مثالیں مل جائیں گی۔ جو خاندانی علم وحکمت کے خداداد اعزاز کی قدر نہیں کرتا، اس سے یہ نعمت چھن جاتی ہے اور وہ جہل اور بے قدری کا شکار ہوجاتا ہے۔ یہی حال امارت، شجاعت اور دولت کا ہے کہ اگر اسے مرضی مولیٰ کے مطابق نہ برتا گیا اور ان نعمتوں کی قدر نہ کی گئی تو غربت وافلاس، دربدری، خوف اور بزدلی طاری کردی جاتی ہے۔ بہت سے شاہی خاندان کے افراد بہت کس مپرسی کے عالم میں زندگی گذار گئے۔

مختصر یہ کہ جنہیں عالی خاندان کی معزز نسبتیں حاصل ہیں، ان پر خود اس عالی نسبت کا احترام لازم ہے، کیونکہ یہ اوروں کی نسبت سے خاص اعزاز یافتہ ہیں، ان پر دوہری دوہری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، ان کے علاوہ جو دوسرے حضرات ہیں، ان پر لازم ہے کہ وہ ان انعامات الٰہیہ سے سرفراز افراد امت کا شایان شان اکرام فرمائیں اور دونوں جہان کی سعادتیں حاصل کریں، کیونکہ ان معزز افراد کا احترام دراصل نعمت الٰہیہ اور نسبت الٰہیہ کا احترام ہے جو ان حضرات کو حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سعادت یافتہ حضرات کی صفوں میں شمار فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین علیہ وآلہ اکرم الصلوٰۃ وافضل التسلیم!

اس سلسلے میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ نے رسالہ مبارکہ ''ارائۃ الادب لفاضل النسب'' میں فاضلانہ بحث فرمائی ہے۔ میں اس کے ضروری اور متعلقہ حصے کی تلخیص یہاں درج کرتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''تحقیق مقام ومقال بکمال اجمال یہ ہے کہ مدار نجات تقویٰ پر ہے۔ علی تباین مراتبھا و ثمراتھا۔ نہ کہ محض نسب، ومایضاھیہ من الفضائل موھوباتھا ومکسوباتھا۔ لہٰذا محض تقویٰ بس ہے، اگرچہ شرف نسب وتکمیل علوم سمیہ نہ ہو اور مجرد شریف القوم یا ملا صاحب کہلانا کافی نہیں، ان الزبانیۃ اسرع الی فسقۃ القراء منھم الی عبدۃ الاوثان۔

حدیث: من ابطاء بہ عملہ یسرع بہ نسبہ'' [جو عمل میں ست ہوگا، فضل نسب میں آگے نہ ہوگا] کے یہی معنی ہیں۔ نہ یہ کہ فضل نسب شرعاً محض باطل ومہجور وہباء منثور، یا شرافت وسیادت، نہ دنیاوی احکام شرعیہ میں وجہ امتیاز، نہ آخرت میں اصلاً نافع وباعث اعزاز۔ حاشا ایسا نہیں۔ بلکہ شرع مطہر نے متعدد احکام میں فرق نسب کو معتبر اور سلسلۂ طاہرہ ذریت عاطرہ میں انسلاک وانتساب ضرور آخرت میں بھی نفع دینے والا ہے۔ کتاب النکاح میں سارا باب کفائت تو خاص اسی اعتبار تفرقہ ومزیت پر مبنی ہے''۔

قبیلہ قریش کی مختلف جہتوں سے احادیث مبارکہ، اقوال ائمہ کی روشنی میں فضائل پیش کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت رقم طراز ہیں:

''مشاہدہ شاہد اور تجربہ گواہ ہے کہ شریف قومیں بحیثیت مجموعی دیگر اقوام سے حیا، حمیت، تہذیب، مروت، سخاوت، شجاعت، سیر چشمی، فتوت، حوصلہ، ہمت، صفائے قریحت وغیرہا بکثرت اخلاق حمیدہ موہوبہ مکسوبہ میں زائد ہوتی ہیں اور سب کا آدم و حوا علیہما الصلوٰۃ والسلام ایک ماں باپ سے ہونا جس طرح تفاوت افراد کا نافی نہیں۔ایک آدمی لاکھ برابر ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس شئی خیرامن الف مثله الاالانسا ن۔اخرجه الطبرانی فی الکبیر والضیاء فی المختارۃ عن سلمان الفارسی رضی الله عنه [المعجم الکبیر ۔ ۲۳۸/۶]

انسان کے سوا کوئی چیز ایسی نہیں جو اپنے ہم جنس میں سے ہی ایک ہزار سے زیادہ بہتر ہو[یعنی انسانوں میں ایک انسان ایسا بھی ہوتا ہے جو ہزاروں انسان سے افضل ہوتا ہے۔ ایسی افضلیت کا تناسب کسی اور مخلوق میں نہیں پایا جاتا۔۱۲ ساحل]

یونہی تفاوت اصناف واقوام کا منافی نہیں، قریش کی جرأت، شجاعت، سماحت، فتوت، قوت، شہامت اسلام و جاہلیت دونوں میں شہرۂ آفاق رہی ہے اور ان میں بالخصوص بنی ہاشم، یونہی جاہلیت میں بنی باہلہ خست و دنائت سے معروف تھے''۔

اسی تفاوت ہمت کے باعث ہے کہ دنیا و دین دونوں کی سلطنتیں یعنی سلطنت ملک و سلطنت علم ہمیشہ شریف ہی اقوام میں رہی، دوسری قوموں کا اس میں حصہ معدوم یا کالمعدوم ہے۔عجم میں جو شریف قومیں تھیں اور ہیں، خصوصا اہل فارس—تو مصداق حدیث صحیح......علم اگر ثریا پر آویزاں ہوتا تو ایک مردِ فارسی وہاں سے لے آتا......سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فارسی ہونا کیا مضر، خصوصا اولادِ کسریٰ کہ فارس کی اعلیٰ نسل شمار ہوتی ہے جو ہزارہا سال صاحبِ تاج و تخت رہی اور ان کی مجوسیت، شریف قوم گنے جانے کے منافی نہیں۔ جیسے قریش کہ زمانۂ جاہلیت میں بت پرست تھے اور بلا شبہ وہ تمام جہان کی اقوام سے افضل قوم ہے۔انہیں فارسیوں میں امام بخاری بھی ہیں، یونہی خراسانی کہ وہ بھی فارسی ہیں۔''

پھر حضور کی قرابت کی عظمتیں، اوصاف، دنیا اور آخرت میں اس نسبت رسالت کی افادیت پھر شہداء، صالحین سے نسبی اور غیر نسبی تعلق کی دنیا اور آخرت میں افادیت کی احادیث مبارکہ درج کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

''جب عام صالحین کی صلاح، ان کی نسل و اولاد کو دین و دنیا و آخرت میں نفع دیتی ہے تو صدیق و فاروق و عثمان و علی و جعفر و عباس و انصار کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی صلاح کا کیا کہنا، جن کی اولاد میں شیخ صدیقی و فاروقی و عثمانی و علوی و جعفری و عباسی و انصاری ہیں، کیوں نہ اپنے نسب کریم سے دین و دنیا و آخرت میں نفع پائیں گے۔ پھر اللہ اکبر! حضرات علیہ سادات کرام اولاد امجاد حضرت خاتون جنت بتول زہرا کہ حضور پرنور سید الصالحین، سید العالمین، سید

المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں کہ ان کی شان تو ارفع واعلیٰ وبلند وبالا ہے"۔

پھر فضائل اہل بیت مصطفیٰ ومحبین اہل بیت کی احادیث مبارکہ درج کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت رقم طراز ہیں:

"ان نصوص جلیلۂ قرآن عظیم واحادیث نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم سے روشن ہوا کہ حدیث مسلم: عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: من ابطاء بہ عملہ لم یسرع بہ نسبہ [مسلم شریف، ۲/۳۴۵] جو عمل میں پیچھے ہو، اس کا نسب نفع بخش نہ ہوگا۔ میں نفع مطلق ہے، نہ کہ نفی مطلق، ورنہ معاذ اللہ! آیۃ کریمہ: الحقنا بھم ذریتھم [طور: ۲۱] ہم نے ان کی ذریت کو ان سے ملا دیا، کے صریح معارض ہوگی۔

نہ آیت کریمہ: فاذا نفخ الصور فلا انساب بینھم یومئذ ولا یتساءلون [المومنون: ۱۰۱] تو جب صور پھونکا جائے گا تو نہ ان میں رشتے رہیں گے اور نہ کوئی ایک دوسرے کی بات پوچھے، کہ یہ ایک وقت کے لیے مخصوص ہے۔......

جبکہ احادیث متواترہ سے فضل نسب، فرق احکام ونفع آخرت بلاشبہ ثابت تو امثال حدیث:

الالا فضل لعربی علیٰ عجمی ولا لاحمر علی اسود [الترغیب والترھیب، ۳/۶۱۲] [نہ عربی کی فضیلت عجمی پر ہے اور نہ ہی گورے کی کالے پر]

وحدیث: انظر فانک لست بخیر من احمر ولا اسود الا ان تفضلہ بتقویٰ [ایضا، ایضا]

[بے شک تم کالے اور گورے سے بہتر نہیں ہو ہاں تمہیں صرف تقویٰ سے فضیلت حاصل ہے]

میں مثل آیت کریمہ: ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم [الحجرات: ۱۳]

[بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے] سلب فضل کلی ہے، نہ کہ سلب کلی فضل۔

بالجملہ تفاضل انساب بھی یقیناً ثابت اور شرعا اس کا اعتبار بھی ثابت، اور انساب کریمہ کا آخرت میں نفع دینا بھی جزماً ثابت اور نسب کو مطلقاً محض بے قدر وضائع وبرباد جاننا سخت مردود وباطل، خصوصا اس نظر سے کہ اس کا عموم عرب، بلکہ قریش، بلکہ بنی ہاشم، بلکہ سادات کرام کو بھی شامل۔ اب یہ قول اشد غضب وہلاک دیوار سے ہائل اور اسی پر نظر غفرلہ القدیر کو اس قدر تطویل پر حامل کہ نسب عرب، نہ کہ قریش، نہ کہ ہاشم، نہ کہ سادات کرام کی حمایت ہر مسلمان پر فرض کامل"۔

پھر اس ذیل کی چند احادیث مبارکہ نقل کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: "ہاں نسب پر فخر جائز نہیں۔ نسب کے سبب اپنے آپ کو بڑا جاننا، تکبر کرنا جائز نہیں۔ نسب کو کسی کے حق میں عار یا گالی سمجھنا جائز نہیں۔ اس کے سبب کسی مسلمان کا دل

دکھانا جائز نہیں۔ احادیث جو اس باب میں آئیں، انہیں معانی کی طرف ناظر ہیں۔[فتاویٰ رضویہ۔/۲۰۵،۲۵۵ملخصا]

نسب کی شرافت کے تحفظ کا اہتمام عرصہ قدیم سے چلا آرہا ہے۔ حضرت ہابیل کو جب قابیل نے قتل کیا تو قابیل کی نسل میں کمتری کا سلسلہ چل پڑا، اس کے خاندان میں سب سے پہلے بت پرستی کا آغاز ہوا۔ قبطی، بنی اسرائیل سے کم تر تھے، پھر ان کی شاخوں میں بھی شرافت ودنائت کے یہ سلسلے دراز ہوئے۔ اس لیے پوری دنیا میں خاندان اور قبیلے کی حفاظت کا اہتمام تھا، عرب اس کا خاص اہتمام فرماتے۔ عربوں کے یہاں نسب دانوں کا ایک خاص طبقہ بھی تھا جسے نسابین کہا جاتا تھا۔ ان میں مغفل، عمیرہ، ابن لسان، زید بن الکیس، نجار اور عبداللہ ممتاز نساب شمار ہوتے تھے، خود سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے نسب داں تھے۔ حدیث پاک میں ہے: فان ابا بکر اعلم قریش بانسابھا وان لی فیھم نسبا [مسلم شریف، فضائل الصحابة] یقیناً ابوبکر، قریش کے سب سے بڑے نسب داں ہیں اور میرا نسب بھی قریش سے متعلق ہے۔

نسب کی حفاظت کی ترغیب خود اسلام نے بھی دی ہے۔ کفائت کا پورا باب اس حکم پر مبنی ہے۔ حضرات محدثین روایت حدیث کے سلسلے میں راوی کا نسب بھی دریافت فرماتے۔ اگر وہ مجہول النسب ہوتا تو اس کی روایت قبول نہ کرتے۔ حدیث پاک کا یہ ارشاد بھی نسب کے حفظ وتعلم کا رہنما ہے:

عن ابی ھریرة عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وآله وسلم: تعلموا من انسابکم ماتصلون به ارحامکم، فان صلة الرحم محبة فی الاھل مثرلة فی المال منساة فی الاثر[ترمذی شریف، کتاب البر والصلة،۱۹/۲] تمہیں اپنی قرابت داریوں کی واقفیت حاصل کرنی چاہئے کہ اس سے آپسی محبت اور مالی ثروت میں اضافہ ہوتا ہے اور عمریں طویل ہوتی ہیں۔

ابن عبدربہ نے العقد الفرید میں امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

تعلموا النسب ولاتکونوا کنبط السواد، اذا سئل احدھم عن اصله قال من قریة کذا[العقد الفرید ۳۷/۳] اپنا نسب نامہ سیکھو اور عراق کے نبطیوں کی مانند مت ہو جاؤ کہ جب ان میں سے کسی سے پوچھا جائے کہ تم کس خاندان سے ہو تو کہتے ہیں کہ ہم فلاں شہر کے ہیں[تاریخ تمدن عرب۔ص:۵۳]

اسی اہتمام، اہمیت اور ضرورت کے پیش نظر اس نے ایک مستقل فن کی صورت اختیار کر لی اور محققین نے علم الانساب پر کثیر کتابیں تصنیف فرمائیں۔ نواب صدیق حسن خان، ابجد العلوم میں لکھتا ہے:

علم الانساب ھو علم یتعرف منه انساب الناس وقواعده الکلیة الجزیئة والغرض منه الاحتراز عن الخطاء

فی نسب شخص۔ وھو علم عظیم النفع جلیل القدر۔ اشار الکتاب العظیم فی :"وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفو "الیٰ تفھمہ وحث الرسول الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم فی :"تعلموا انسابکم تصلوا ارحاکم "علی تعلمہ۔ والعرب قد اعتنیٰ فی ضبط نسبہ الی 'ان کثر اھل الاسلام واختلط انسابھم بالأعجام فتعذر ضبطہ بالآباء فانتسب کل مجھول النسب الیٰ بلدہ او حرفتہ او نحو ذلك حتی غلب ھذا النوع [ابجدالعلوم، ۲/۳۵۷]

علم الانساب کے ذریعہ لوگوں کے نسب کے معرفت ہوتی ہے اوراس کے کلی اور جزئی قواعد معلوم ہوتے ہیں۔اس فن کی تدوین سے مقصود یہ ہے کہ کسی شخص کے نسب میں غلطی سے بچا جا سکے۔اس علم کے بڑے جلیل الشان فائدے ہیں۔خود قرآن حکیم نے آیت کریمہ:وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا''میں اس فن کو سمجھنے کی دعوت دی ہے اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اس مبارک ارشاد:تعلموا انسابکم تصلوا ارحاکم'' [اپنے نسب کی واقفیت حاصل کرو،اس سے صلہ رحمی میں اضافہ ہوتا ہے] کے ذریعہ اس فن کو سیکھنے کی تلقین فرمائی ہے۔عربوں نے اپنے نسب کے حفظ وضبط کا خوب اہتمام کیا۔یہاں تک کہ مسلمانوں کی تعداد میں کثرت سے اضافہ ہوا اور عربوں کے نسب عجمیوں کے ساتھ خلط ملط ہو گئے تو ان کے لیے اپنے آبائی سلاسل نسب کی حفاظت اور یادداشت دشوار ہو گئی تو اب ایسے مجہول النسب افراد خود کو اپنے وطن یا پیشے وغیرہ کی طرف منسوب کرنے لگے اور اب یہی طرز شناخت رائج ہو گئی۔۱۲ اساحل

کنز الانساب کے مصنف لکھتے ہیں:

بدانکہ علم انساب عبارت است از شناختن اصول وفروع اہل اقالیم عموماً وتحقیق تشعب وتکثر سادات خصوصاً وعلمائے ایں فن انساب را دہ طبقہ نہادہ اند۔

اول جزم کہ آں قطع است یعنی نسبت بجائے رسد کہ از آنجا تجاوز متعذر بود، بسبب کثرت اختلاف در آباء واسماء ایشاں و آں نسبت بحضرت رسالت اما بعدنان است یا قحطان- چہ رسول فرمود:لانسب فوق قحطان۔

دوم جمہور یعنی اجتماع و کثرت یقال جمہرۃ الانساب ای مجموعہا-سیم شعب، چہارم قبیلہ وایں فروتر است از شعب، قال اللہ تعالیٰ: و جعلنا کم شعو با و قبائل۔ پنجم عمارہ وجمع او عمار کنند، ششم بطن، ہفتم فخذ، ہشتم عشیرہ، وآں قومے را گویند کہ پدر چہارم ایشاں یکے باشد و اُسرہ نیز خوانند، نہم رہط، دہم فصیلہ، وآں اہل و خاصہ شخصے را گویند وجمع بر فصائل کنند-قال اللہ تعالیٰ: و فصیلتہ التی تؤویہ -مثلاً نسبت بارسول اللہ جزم بنو عدنان باشند و جمہور بنونز ار وشعب بنی مضر وقبیلہ خندف، وعمارہ اولاد الیاس بن مضر و بطن بنی کنانہ وفخذ قریش وعشیرہ بنی قصی ورہط بنی عبد مناف وفصیلہ بنی ہاشم۔ [کنز الانساب، سید مرتضیٰ الملقب بہ علم الہدیٰ، ص ۳-۴-ناشر

میرزا محمد ملک الکتاب]

علم الانساب، انسانوں کے بالائی اور زیریں نسبی سلسلے کی شناخت کو کہتے ہیں۔ اس فن میں سادات کرام کی نسبی شاخوں کا تعارف خصوصی طور سے پیش کیا جاتا ہے۔ اس فن کے علمانے انساب کے دس طبقات بیان کئے ہیں:

پہلا طبقہ جزم، جس کا مطلب قطع ہوتا ہے، یعنی سلسلۂ نسب اس حد تک بیان کردیا جائے کہ اس کے بعد تحقیقی طور پر نسبی سلسلہ بیان کرنا ممکن نہ ہو۔ کیونکہ اس کے بعد آبائے کرام کے اسمائے گرامی اور تعداد میں کثیر اختلاف رہا ہے۔ جیسے حضور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آبائی سلسلہ عدنان یا قحطان تک قطعی طور سے پہنچتا ہے۔ حضور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا: لانسب فوق قحطان۔ قحطان کے بعد نسب کا یقینی سلسلہ ختم ہوجاتا ہے، پھر ظن وتخمین کا معاملہ رہ جاتا ہے۔

دوسرا طبقہ: جمہور یعنی کثرت واجتماع۔ کہتے ہیں: جمھرۃ الانساب یعنی انساب کا مجموعہ۔ تیسرا طبقہ: شعب۔ چوتھا: قبیلہ۔ یہ شعب سے کمتر ہے۔ ارشاد ربانی ہے: وجعلنا کم شعوبا وقبائل [الحجرات: ۱۳] اور ہم نے تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا۔ پانچواں طبقہ: عمارہ، جس کی جمع عمار آتی ہے۔ چھٹا طبقہ بطن۔ ساتواں طبقہ: فخذ۔ آٹھواں طبقہ: عشیرہ۔ عشیرہ کا اطلاق اس خاندان پر ہوتا ہے جن کی چوتھی پشت کے جد ایک ہوں یعنی وہ آپس میں چوتھی پشت میں جاکر یک جدی ہوجائیں۔ اسے اُسرہ بھی کہتے ہیں۔ نواں طبقہ: رہط۔ دسواں طبقہ: فصیلہ۔ فصیلہ کسی خاص شخص کے اہل وعیال کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع فصائل آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وفصیلته التی تؤویه [المعارج: ۱۳] ترجمہ: اور اپنا کنبہ جس میں اس کی جگہ ہے۔

ان دس طبقات کو مثال کی روشنی میں یوں سمجھو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاندانی نسب نامہ بنوعدنان تک جزم کہلائے گا۔ بنونزار، طبقہ جمہور میں آتے ہیں۔ بنومضر، شعب ہیں۔ خندف، قبیلہ ہے۔ الیاس بن مضر کی اولاد، طبقۂ عمارہ ہے۔ بنوکنانہ بطن ہیں۔ قریش، فخذ ہیں۔ بنوقصی، عشیرہ ہیں۔ بنوعبدمناف، رہط ہیں۔ بنوہاشم، فصیلہ ہیں۔ ۱۲ ساحل

اس فن کی باضابطہ تدوین امام النسابین ہشام بن محمد بن سائب کلبی [م ۲۰۴ھ] نے کی اور اس فن میں پانچ کتابیں تصنیف فرمائیں: ۱-المنزلۃ، ۲-الجمھرۃ فی الانساب، ۳-الوجیز، ۴-الفرید، ۵-الملوک، پھر اس فن میں بھی تصنیف وتالیف کا سلسلہ چل پڑا اور بکثیر کتابیں لکھی گئیں۔ ان میں ابوالحسن احمد بن یحییٰ بلاذری کی انساب الاشراف [۲۰ جلدیں] عبدالملک ابن ہشام کی انساب حمیرو ملوکہا، ابوجعفر محمد بن حبیب بغدادی نحوی کی انساب الرشاطی اور انساب الشعراء، سمعانی کی الانساب، زبیر بن بکار قریشی کی انساب قریش، محب الدین محمد بن محمود بن نجار بغدادی کی انساب المحدثین،

قاضی مہذب کی الانساب کافی شہرت رکھتی ہیں۔ان میں بلاذری کی انساب الاشراف کوخصوصی اہمیت اورافادیت کا حامل سمجھا جاتا ہے۔

ہندوستان میں بھی اس موضوع پر کثیر کتابیں تصنیف ہوئیں۔''اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں'' کے مصنف نے علم الانساب پر ۵٦ کتابوں کے نام ذکر کئے ہیں۔ان میں بعض شخصی نسب نامے ہیں بعض میں کسی خاص قبیلے کی خاندانی تفصیل ہے۔ان میں عمومی سطح کی چند کتابیں یہ ہیں:

۱-مآثر السادات۔قاضی ضیاالدین برنی،۲-بحر الانساب ،شیخ محمد بن جعفر حسین مکی،۳-اشرف الانساب خلاصہ بحر الانساب ۔مخدوم اشرف جہانگیری سمنانی ، ۴-مجمع الانساب ، محمد بن علی،۵-منبع الانساب ،شیخ سید معین الدین جھونسوی، ٦-نسب الانساب ،شیخ ابراہیم کالپوی تصنیف ۱۰۰۴ھ ،۷-تذکرۃ الاسلاف وتبصرۃ الاخلاف، سید محمد علی شاد عظیم آبادی، ۸-کتاب فی الانساب،سید علی نجف علی نونہروی،۹-کتاب فی الانساب،قاضی نجم الدین علی خاں کاکوروی،۱۰-تذکرۃ الانساب،اردو،سید امام الدین احمد گلشن آبادی، ۱۱-تحقیق الانساب، فارسی [اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں، سید عبدالحئی رائے بریلوی،ص ۱۱۵،۱۱۹دارالمصنفین اعظم گڑھ۱۹٦۹ء]

حضرات اہل بیت کی سب سے روشن فضیلت یہ ہے کہ ان کی شان میں طہارت،تسلیم اورمودت کی آیات مبارکہ نازل ہوئیں۔سورۂ احزاب کی آیت مبارکہ میں ارشاد ربانی ہے:انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا[احزاب:۳۳]

اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والوں کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔[کنزالایمان]

یہ آیت کریمہ حضرات اہل بیت کی طہارت ،عظمت ،فضیلت کا سرچشمہ ہے۔تفصیل کے لیے معتبر تفاسیر کی کتابیں ملاحظہ کیجئے۔

پارہائے صُحف، غنچہا قدُس
اہلِ بیتِ نبوت پہ لاکھوں سلام
آب تطہیر سے جسمیں پودے جمے
اس ریاضِ نجابت پہ لاکھوں سلام
خون خیرالرسل سے ہے جن کا خمیر
اُن کی بیلوث طینت پہ لاکھوں سلام

آیت مباہلہ [آل عمران:٦۱] کی تفسیر میں منقول ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سیدہ فاطمہ زہرا،حضرت علی مولائے کائنات،حضرت امام حسن،حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ساتھ لے کر نجران کے نصرانیوں کے مقابلے میں مباہلہ کے لیے تشریف لائے تواس وقت آپ نے فرمایا:اللھمّ ھؤلاء اھل بیتی [مسلم شریف]اے اللہ!یہ میرے اہل بیت ہیں لیکن ان کے

پادریوں نے جب ان مقدس نفوس اور روشن چہروں کو دیکھا تو لرز گئے اور اپنے ساتھیوں کو مباہلہ کرنے سے سختی کے ساتھ روکا۔ روایت میں ہے کہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ نجران والوں پر عذاب قریب آ ہی چکا تھا۔ اگر وہ مباہلہ کرتے تو بندروں اور سوروں کی صورت میں مسخ کردیئے جاتے اور جنگل آگ سے بھڑک اٹھتا اور نجران اور وہاں کے رہنے والے پرندے تک نیست و نابود ہو جاتے اور ایک سال کے عرصہ میں تمام نصاریٰ ہلاک ہو جاتے [خزائن العرفان]

اس سے جہاں حضرات اہل بیت کی عظمت اور مقبولیت بارگاہ الٰہی کا اظہار ہوتا ہے، وہیں توسل کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ جس دعا پر حضرات اہل بیت آمین فرمادیں، وہ فوراً قبولیت سے سرفراز ہو جائے۔

آیت کریمہ: سلام علی ال یاسین [الصافات :۱۲۷] میں ایک تفسیر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ مروی ہے:

نحن آل محمد الیاسین [تفسیر درمنثور] وہ الیاسین ہم آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

جس گھرانے پر عرش سے تسلیم نازل ہو، اس کی عظمت کا کوئی کیا اندازہ کرسکتا ہے؟

ہجرت کے بعد جب حضرات انصار مدینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، حضور کی ظاہری بے سروسامانی اور مصارف کی کثرت ملاحظہ کرنے کے بعد بہت سامال نذرِ بارگاہ کرنے کے لیے لائے تو حضور نے وہ مال لوٹا دئے اور پھر اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

قل لاأسئلكم عليه اجرا الاالمودة فى القربى، [الشوریٰ:۲۳]

تم فرماؤمیں اس [تبلیغ رسالت اور ارشاد وہدایت] پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت [کنز الایمان]

حضرات صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! وہ آپ کے قرابت دار کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے؟ فرمایا: علی، فاطمہ، اور ان کے دونوں بیٹے [زرقانی علی المواہب ۷/۲۰] رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حضرات اہل بیت کی شان کرم وسخا کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

يوفون بالنذرويخافون يوماً كان شره مستطيرا،ويطعمون الطعام علىٰ حبه مسكينا ويتيماواسيرا [الدہر:۷،۸]

اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین

اور یتیم اور اسیر کو[کنزالایمان]

اس آیت کریمہ کا شان نزول بیان کرتے ہوئے حضرت صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:

''یہ آیت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کی کنیز فضہ کے حق میں نازل ہوئی ۔حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیمار ہوئے ۔ان حضرات نے اُن کی صحت پر تین روزوں کی نذر مانی ۔اللہ تعالیٰ نے صحت دی ۔نذر کی وفا کا وقت آیا،سب صاحبوں نے روزے رکھے ۔حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک یہودی سے تین صاع جو لائے ۔حضرت خاتون جنت نے ایک ایک صاع تینوں دن پکایا لیکن جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں سامنے رکھیں تو ایک روز مسکین،ایک روز یتیم،ایک روز اسیر آیا اور تینوں روز یہ سب روٹیاں ان لوگوں کو دیدی گئیں اور صرف پانی سے افطار کر کے اگلا روزہ رکھ لیا گیا۔[خزائن العرفان ۔ص:۹۲۶]

احادیث مبارکہ تو اس باب میں اس کثرت سے وارد ہیں کہ صفحات کے صفحات لبریز ہوجائیں ۔حصول برکت کے لیے چند احادیث مبارکہ پیش کرتا ہوں۔

☆ حضرت زید بن ارقم اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:[واللفظ لابن الارقم]

انی تارك فيكم ماان تمسكتم به لن تضلوا ابعدی ،احدهما اعظم من الأخر كتاب الله حبل ممدود من السماء الى الارض وعترتى اهل بيتى ولم يتفرقا حتى يرد اعلىّ الحوض ،فانظر واكيف تخلفونى [مشكوٰة شريف :ص ٥٦٩]

بے شک میں تم میں ایسی چیز چھوڑنے والا ہوں کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے تھامو گے تو میرے بعد گمراہ نہ ہوگے۔ پہلا دوسرے سے بڑا ہے۔ایک کتاب اللہ،ایک لمبی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک ہے اور دوسری چیز میری عترت میرے اہل بیت۔اور یہ دونوں جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ یہ دونوں[قرآن حکیم اور اہل بیت] حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے۔دیکھو کہ میرے بعد تم ان دونوں سے کیا معاملہ رکھتے ہو۔

☆ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگو!اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو، کیونکہ وہ [تمہارا رب ہے اور] تمہیں نعمتیں عطا فرماتا ہے۔اور مجھے محبوب رکھو اللہ کی محبت کیوجہ سے اور میرے اہل بیت کو محبوب رکھو میری محبت کی وجہ سے [مشکوٰۃ شریف،ص:۵۷۳]

☆ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

كل نسب وصهر ينقطع يوم القيمة الانسبى وصهرى،رواه ابن عساكر عن عبدالله بن امير المومنين عمر بن الخطاب رضى الله تعالىٰ عنها [كنزالعمال ،۱۱/۴۰۹]

قیامت کے دن سارے داد یہالی اور نانیہالی رشتے ختم ہو جائیں گے، مگر میری قرابتیں باقی رہیں گی۔

☆ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت سے جو شخص اللہ کی وحدانیت اور میری رسالت پر ایمان لائے گا، اسے میرا رب عذاب نہ فرمائے گا، رواہ الحاکم عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ [المستدرک للحاکم، ۳/۱۵۰]

☆ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اول من یرد علی الحوض اهل بیتی و من احبنی من امتی۔ رواه الدیلمی عن علی کرم الله تعالیٰ وجهه الکریم [کنز العمال، حدیث: ۳٤۱۷۸، ۱۲/۱۰۰]

سب سے پہلے میرے پاس حوض کوثر پر آنے والے میرے اہل بیت ہیں اور میری امت سے میرے چاہنے والے۔

☆ سرکار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

ان فاطمة احصنت فحرمها الله و ذریتها علی النار۔ رواه الحاکم و الطبرانی و ابویعلی عن ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه [کنز العمال۔ حدیث: ۳٤۲۲۰، ۱۲/۱۰۸]

بے شک فاطمہ نے اپنی حرمت پر نگاہ رکھی تو اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کی تمام نسل کو آگ پر حرام فرمادیا۔

☆ ابن عساکر نے دوسری روایت یہ بھی درج کی ہے:

انما سمیت فاطمة لأن الله فطمها و ذریتها عن النار یوم القیمة [فیض القدیر، ۱/۱٦۸]

خاتون جنت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام فاطمہ اس لیے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کی نسل کو قیامت میں آگ سے محفوظ فرمادیا۔ رواہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

☆ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

"کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم جنت کی عورتوں کی سردار ہو اور تمہارے بیٹے جنت کے نوجوانوں کے سردار ہوں۔ [کنز العمال، ۷/۱۱۱]

☆ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت مسرور دیکھا تو عرض کیا: یارسول اللہ! آج ہم آپ کو بہت مسرور وخوش دیکھتے ہیں۔ رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ہم کیسے مسرور نہ ہوں، جبکہ جبرئیل امین میرے پاس آئے اور مجھے بشارت دی ہے کہ بلاشبہ حسن وحسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں اور ان کے والدٗن سے بھی افضل ہیں [کنز العمال، ۷/۱۰۸] دوسری روایت میں یہ بھی شامل ہے کہ فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں [مشکوٰۃ شریف، ص: ۵۷۱]

☆ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

ہے کہ قیامت کے دن ایک منادی عرش سے ندا دے گا کہ اے اہل محشر! اپنے سر جھکا لو اور آنکھیں بند کر لو تا کہ حضرت فاطمہ بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پل صراط سے گذر جائیں۔ تب حضرت خاتون جنت ستر ہزار حوروں کے جلو میں پل صراط سے اس طرح گذر جائیں گی جیسے بجلی کوندگئی [الصواعق المحرقہ]

حضرت تاج الفحول مولانا عبدالقادر بدایونی قدس سرہٗ نے خوب فرمایا۔

ہو بھی جائے گی، جب آئیں گی جناب سیدہ
بند چشم اہل محشر، واہ کیا توقیر ہے

☆ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کی رہنمائی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: اپنی اولاد کو تین خصلتیں سکھاؤ: اپنے نبی کی محبت اور اپنے نبی کے اہل بیت کی محبت اور قرآن کی قرأت [سراج منیر شرح جامع صغیر، ۱/۱۷]

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو میری عترت اور انصار اور عرب کا حق نہ پہچانے تو وہ تین حال سے خالی نہیں، یا تو وہ منافق ہے یا ولد الحرام یا حیضی بچہ، رواہ البارودی وابن عدی والبیھقی فی الشعب وآخرون عن علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم [الفردوس بماثور الخطاب، ۳/۶۲۶]

☆ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ستة لعنتهم، لعنهم الله، و كل نبی مجاب، الزائدفی كتاب الله والمكذب بقدر الله والمتسلط بالجبروت ليعز بذلك من اذل الله و يذل من اعزّالله والمستحل لحرم الله والمستحل من عترتی ماحرم الله والتارك سنتی، رواه الترمذی والحاكم عن ام المومنين والحاكم عن علی والطبرانی عن عمرو بن سعواء رضی الله تعالىٰ عنهم اوله :سبعة لعنتهم وزادالمستاثر بالفئی وسنده حسن۔

چھ شخص ہیں جن پر میں نے لعنت کی۔ اللہ ان پر لعنت فرمائے۔ اور ہر نبی کی دعا قبول ہے: ۱- کتاب اللہ میں بڑھانے والا، ۲- اور تقدیر الٰہی کا جھٹلانے والا، ۳- اور وہ جو ظلم کے ساتھ تسلط کرے کہ جسے اللہ نے ذلیل بنایا، اسے عزت دے اور جسے خدا نے معزز کیا، اسے ذلیل کرے، ۴- اور اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو حلال جاننے والا، ۵- اور میری عترت کی ایذا رسانی اور بے تعظیمی روا رکھنے والا، ۶- اور میری سنت کو برا ٹھہرا کر چھوڑنے والا [فتاویٰ رضویہ/۲۵۳، ۲۵۴]

گفتگو ذرا طویل ہوگئی لیکن ع
لذیذ بود حکایت دراز تر گفتیم

رب تبارک وتعالیٰ ہمیں حضرات اہل بیت کی تکریم اور خدمت کرنے والوں میں باقی رکھے اور حضرات سادات کرام کو اس نسبت مصطفیٰ کی پاس داری اور علم دین مصطفیٰ کے حصول کی توفیق عطا فرماتا رہے کہ یہ ان کے گھر کی دولت ہے اور یہ اس کے اوروں سے زیادہ مستحق ہیں۔ علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہٗ کے اس شعر پر یہ باب ختم کرتا ہوں۔

یارب بشفاعت محمد
محشور بآل فاطمہ کن

[مثنوی معراج الکمال، علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی]

رسم سجادگی مبارک ہو

از: مولانا محمد صادق اشرف القادری الرضوی (کراچی پاکستان)

جون (۲۰۱۵/ربیع الجیلانی ۱۴۳۶) کا رسالہ مبارکہ باعث ترقی علوم نافعہ وعمل صالحہ "ماہنامہ اعلیٰحضرت" بریلی شریف (رسم سجادگی نمبر) نظر نواز ہوا رسم و اعلان سجادگی کی خبر پا کر دل کو مسرت جاں کو فرحت نصیب ہوئی اور زبان نے رب کعبہ کی تکبیر و تحمید کی سعادت پائی اور کعبہ کے بدرالدجیٰ علیہ التحیۃُ و الثناء پر درود وسلام کی برکت پائی کہ الحمد للمولیٰ و بعو نہ و بعنایۃ رسولہ الاعلی جلا و علا و علیہ التحیّۃ و الثناء "مرکز اہلسنت" کی خدمت قابل اعتماد اور محفوظ ہاتھوں میں ہے خدا تعالیٰ اسکی مرکزیت کو سلامت رکھے و بارك اللہ تبارك و تعالیٰ بمحمّدنِ المصطفیٰ علیہ التحیۃُ و الثناء نبیرہ اعلیٰحضرت، شہزادۂ ریحان ملت خواجہ تاشانِ رضویت، مخدوم اہلسنت ابوالاحسن حضرۃ اقدس الحاج قبلہ فیضان رضا خان (سبحانی میاں) قادری بر کاتی رضوی نوری ادام ظلّہ علینا با الفضل العلی و الفوزِ الجلی و الفیض القوی مع الباطنی و الظاہری با لسبع المثانی کو خالق دوجہاں لمحمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم واھب العطا یا بوا سطۃ امام الانبیاء علیہ التحیۃُ و الثناء دافع البلایا با لصلوٰۃ علی حبیب اللہ، صحت وسلامتی عطا فرمائے، مصائب وآلام، ہر حاسد کی حسد، ظالم کے ستم، منافقوں کی منافقانہ روش سے محفوظ فرمائے۔

حضرت اقدس مدظلّہ القدس نے اپنے دورِ سجادگی اور زمانہ اہتمام وتولیت میں اپنے لئے صدقات جاریہ کا بہت سامان کرلیا گویا درگاہ اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انتظامی حوالے سے تجدید فرما کر اپنے عظمت والے جلیل القدر بلند ہمت عالی مرتبت اکابرین ذوی الاحترام کے انتخاب کی لاج رکھ لی حضور صاحب سجادہ سبحانی میاں قبلہ نے اہم اور ضروری بروقت صحیح فیصلے، اور مقتضائے حال کے مطابق کارہائے نمایاں انجام دیئے جن کے سبب ان کا قد معاصرین میں بہت اونچا اور بھلا دکھائی دیتا ہے اور وہ بلاشبہ نعمت رب العلی محسوس ہوتے ہیں ماشاء اللہ لا قُوّۃَ الّا باللّٰہِ العلی الکریم۔

حضور پرنور رسیدنا غوث پاک اور اعلیٰحضرت سرکار کا یہ کتّا اگر چہ اس قابل نہیں مگر پھر بھی اپنے آقایانِ نعمت کی برکت سے غوث ورضا کے توسل ان کے لئے دعا کرتا ہے اے اللہ! بطفیل مصطفیٰ صلی اللہ علیك و سلّم اپنے عابد، زاھد، ساجد، صالح اور پردرد مجاھد بندے کی حفاظت فرما، روح قدس کے ذریعے ان کی مدد فرما انکی نقاہت اور علالت کو دور فرما کر صحت وعافیت کی نعمت مع بھرپور خدمت مذہب ومسلک اہلسنت المعروف مسلک اعلیٰحضرت، عنایت

فرما آمین آمین یا مستجاب السائلین ویارب العلمین صدقہ رسول پاک رحمۃ للعلمین را حۃللمومنین صلی اللہ وسلم علی النبی شفیع المذنبین اورآپ کے پیارے بیٹے کریم الطرفین غوث الثقلین رضی اللہ تعالی عنہ کا آمین حضرت صاحب سجادہ کے دوسرے اہم فیصلوں کی طرح یہ فیصلہ بھی حق اور صحیح ہے کہ انھوں نے اپنی گدّی محفوظ اور پر درد شخص کو دی ہے جسے بعض معتقدین فیصلہ قبل ازوقت سے تعبیر کررہے تھےلیکن اقــــول مستعینا با للہ الجلیل: یہ بھی خدا کی قدرت اور عنایت ہے کہ انھوں نے یہ فیصلہ برحق اپنی حیات ہی میں فرمادیا تا کہ وہ اپنی تربیت کا اثر اور دعائے سحر کا ثمر اپنے لیئے بہترین صدقہ جاریہ (مراد حضرت احسن رضا خان صاحب) میں دیکھ لیں تا کہ اپنے فیصلے کی صحت اور تربیت کا ثمر دیکھ کر دوگنی خوشی ملے اور آخرت کی مسرت اور اجراسکے سواہیں اس وقت کی خوشی بھی نرالی ہوان شاء اللہ المولیٰ ثم ان شاء رسولہ الاعلیٰ علیہ التحیۃ و الثناء خدا کا شکر ہے درگاہ سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت،مرکز اعظم اہلسنت منظر الاسلام کے اہتمام کو اسے ہی دیا ہے جوان شاء المولیٰ اُس کے مشن کو احسن انداز میں آگے بڑھائے گا اس کی صحیح نگہداشت کی سعادت پائے گا مرکز اہلسنت کے ظاہری و باطنی فیضان کو بطریق احسن فی الافاق پھلائے گا جنکے ہر کام کو دیکھ کر اہلسنت خدا کا شکر ادا کریں گے انکے والد ماجد کے انتخاب اور زبردست تعلیم وتربیت کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکیں گے، جن کی ہر اداؤں میں میرے آقایان نعمت علیہم الرحمۃ کی جھلک نظر آئے گی جو ابوالبرکات حضور امین میاں کی وساطت سے مشائخ قادریہ برکاتیہ رضویہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین الیٰ یوم القیمہ کی امانتوں کا امین ہوگا جسکے ہر آڑے وقت میں حضور امین میاں کی تائید رہے گی جسکی خدمات جلیلہ سے دور سیدنا مفتی اعظم رضی اللہ تبارك و تعالیٰ عنہ لوٹ آئے گا نذر برکاتی سے یقیناً وہ مالا مال ہوگا خانوادہ عالیہ برکاتیہ کی طرف سے باندھی گئی دستار بالیقین اپنی برکات ظاہر کرے گی سبحانی میاں قبلہ کا جبہ مبارکہ یقیناً ہر موسم میں اُسے ظلمت، بے حسی، تاریکی، جہالتوں کی اندھیر نگری، بے دردی، صلح کلیانہ روش، بے عملی، مذہب میں غیر پختگی، مسلک میں بے تصلبی سے بچا کر ہمیشہ اپنے اجداد کرام کے خطوط پر گامزان رکھے گا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین الیٰ یوم القیام ان شاء اللہ المولیٰ تبارک و تعالیٰ ثُمَّ ان شاء الرسولِ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم دائما ابدا ہاں!ہاں! ابتداءً جنکا یہ عالم ہے کہ بلند ہمت جلیل القدر عالی مرتبت مشائخ جمیل اپنی امانتوں کا امین بنا رہے ہوں جنکے نیک طینت، ذی استعداد، علم وفضل سے آراستہ، اپنے اجداد کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین الیٰ یوم القیام کے زہد وتقویٰ، خشیت وللھیت، حق گوئی، بے باکی کا آئینہ، مذہب اہلسنت مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت، بیعت وارشاد کے کام کو پوری انہماک اور اخلاص کے ساتھ انجام دینے کی گواہی خود اسکے پیرومرشد ھادی ورہبر امین امانت شاہ برکات مدظلہ العالی دے رہے ہوں وارث علوم سیدنا اعلیٰحضرت، مرشد برحق آقائی وملجائی حضور تاج الشریعہ ادام ظلہ علینا وعلی الصغارِ و الکبار جنکو اس عظیم وجلیل منصب عالی کی سپردگی پر مسرت آمیز لہجے میں تحسین فرمارہے ہوں جن کو انکے پیر خانے کے شہزادگان عالی

وقار سجادگی کا اہل قرار دے کر اس فیصلے کو بالکل برحق فیصلہ فرمارہے ہوں جس سے دعوت وتبلیغ کے کام کو دور جدید کے تقاضوں اور اسکے اصولوں کے عین مطابق بہت زیادہ سلیقے سے اور حد شرع اور احتیاط کا دامن چھوڑے بغیر انجام دینے کی امیدیں باندھے ہوں اور برابر انکے مشن میں کامیابی کی دعائیں مانگ رہے ہوں جادۂ برکاتی کے ورثاء جسے قلبی مبارک باد عطا فرمارہے ہوں نہ! نہ! صرف اسکے عظمت والے، بابرکت مخدومان عالی وقار ہی نہیں اسکے احباب ذوی الاحترام بھی مبارک باد پیش کررہے ہوں اور انھیں ایک لائق فائق سجادہ، سرپرست، ہیڈ، سینیر تسلیم کرچکے ہوں جسکے آتے ہی اس بات کی گواہی علیٰ رؤس الاشہاد دے رہیں ہوں کہ "اب عالمی سطح پر اپنے والد محترم کی سرپرستی میں مسلک اہلسنت المعروف مسلک اعلیٰحضرت کے فروغ کیلئے کوشاں رہیں گے اللہ تعالیٰ انھیں نظر بد سے بچائے گلشن (مولیٰ) علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ وسیدہ فاطمۃ الزہراء (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے مہکتے پھول! جنکے علم وعمل تقوٰی و پرہیزگاری کے اعلیٰ درجے پہ فائز ہونے کی تصدیق فرمارہے ہوں کوئی بابرکت، منصب سجادگی کی اہلیت کا حامل اور "چشم و چراغ خاندانِ اعلیٰحضرت" بتا رہا ہو۔ صغرسنی سے جوانی اور اب جوانی سے سجادگی تک کی زندگی بے داغ ہونے کی دشہادت **علی صدر القرطاس** دے رہے ہوں جسے مفتی اعظم عالم اسلام رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہ کی یادگار تصور کرتے ہوں، عشق وعمل، تصوف وروحانیت کی بلند منزلوں پر فائز ہونے کی خبر دے رہے ہوں کوئی حضور مفسر اعظم ہند کی جھلک دیکھ رہا ہو اللہ! اللہ! صرف مسند تدریس پر یا جادہ ارشاد پر ہی نہیں بلکہ کسی نے خلوت پائی، کوئی سفر میں ہم رکاب ہوا، کسی نے تقریر سنی، کسی نے قائدانہ صلاحیت جانچی، کسی نے علم وعمل کو پرکھا، کسی نے تقوٰی وطہارت کو اکابر کی کسوٹی پر چیک کیا، کسی نے تعلیم و تعلم اور پڑھنے پڑھانے کو دیکھا، کسی نے ادب کو جانچا، کسی نے بڑوں کے احترام اور سادات کی تعظیم وتکریم کو دیکھا، کسی نے اندازِ گفت وشنید پر نظر کی، کسی نے علماءِ اعلام ومشائخ ھمام کے احترام کو ملاحظہ کیا، کسی نے اصاغر نوازی کو دیکھا تو کسی نے اکابرین علماء دین متین کے سامنے بچھنے کی طرف نظر کی، کسی نے لباس وجسم کی ستھرائی و نفاست، کسی نے چہرے کی نورانیت اور دیکھنے والے نے باطن کی طہارت کو دیکھا، ماننے کا جزبہ رکھ کر دیکھنے والے نے یہی گواہی دی، ہر معاملے میں اسم بامسمیٰ ہونے کا اقرار کرلیا ہر جہت سے جانچ پڑ تال کے بعد سب کہیں گے **احسن میاں تو واقعی احسن میاں ھیں** ابتداء جس کی یہ ہے انجام خدا جانے کیا ہو گا صادق کا حسن ظن ہے خدائے اصدق صدقہ صادق المصدوق ﷺ صادق فرمائے حضور غوث الاغواث محبوب رب ذی الجلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کرم ہوگا، سلطان الہند خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عطا ہوگی، نقش بند کی سرکار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صدقہ ملے گا، سہروردی تاجدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برکت برسے گی حضور لامع النور سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیکی کا صلہ ملے گا، میرے مولا کی نگاہ کرم اٹھے گی، ریحان رضا کے رضا کی عنایت سے، سبحانی میاں کی دعائیں سحرگاہی رنگ لائے گی اللہ نے چاہا تو ہر سطح پر مسلک اہلسنت المعروف مسلکِ اعلیٰ حضرت کا جھنڈا ہر جگہ بلند ہو کر لہرائے گا، دور احسن

میں بھی بھرپور انداز میں نہایت سرعت سے مئرب اعلیٰ حضرت کی خوشبو علم وفن، فضل وورع ہر ایک باب میں ریحان رضا کی خوشبو سے اہلسنت کے مشام جاں معطر ہوں گے خواجہ تاشان رضویت کی آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سکون ملے گا الحمد لله حمدا طيبا مباركا فيه كما يحب ربنا ان تحمد وينبغي له میری دعا ہے مولیٰ عزوجل ہر جگہ ہر مقام، ہر منصب پر احسن رکھے جن کی بدولت رضا نصیب ہو، رضا کا یہ کام کریں، رضا کے مشن کو عام کریں ہر مقام پر خدا عزوجل اپنا اور اپنے حبیب علیه التحیةُ وَ الثناء کی رضا ان کا مقدر کرے، رضا والے کام کی انھیں خوب سعادت بخشے اور اپنے رضا والے کام مین اپنی رحمت ونصرت فرمائے۔ نبیرہ در نبیرہ امام احمد رضا رحمة الله تعالیٰ عليك في الصباح والمساءِ صاحب زہد وتقوی، ذی اخلاق مرضیہ، مبری عن الاوصاف الرزیلہ، متمسک با لکتاب والسنہ، فاضل ازہر، عالم باعمل حضرت العلامہ الحاج الشاہ محمد احسن رضا خان القادری البرکاتی الرضوی حفظه الله المحافظ عن شر كل حاسدِ و شانی بالسبع المثانی کی خدمت سراپا شفقت وعنایت میں ہدیۂ تہنیت پیش ہے۔

علامہ فضل حق خیرآبادی فاؤنڈیشن کی طرف سے

جزیرۂ انڈمان میں یوم رضا

رپورٹ:۔ عبدالرحیم ثمر مصباحی، پورٹ بلیئر، جزیرۂ انڈمان، ہند

مجاہد تحریک آزادی علامہ فضل حق خیرآبادی کی آخری آرام گاہ جزیرۂ انڈمان میں مفتی جاوید عنبر مصباحی صاحب کی زیر سرپرستی دوسری بار مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے ۱۶۴/ویں ولادت سعادت کے حسین موقع پر بارگاہ اعلیٰ حضرت میں خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے ۱۰/شوال المکرم ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۷ جولائی ۲۰۱۵ء بروز پیر مختلف جگہوں پر یوم رضا کی محفلیں منعقد کی گئیں۔ جزیرۂ انڈمان کی راجدھانی پورٹ بلیئر میں صبح ۹ بجے مدرسہ قمر الہدیٰ میں قرآن خوانی کا انعقاد کیا گیا جس میں طلبہ محمد افضل، محمد فیصل، عبدالقادر اور عاقب رضا نے اعلیٰ حضرت کی نعتیں اور امام اہل سنت کی بارگاہ میں منقبتیں پیش کیں، اس کے بعد راقم الحروف نے عاشقان خیرآبادی کو سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے علمی کارناموں اور ان کی خدمات سے لوگوں کو متعارف کرایا اور ساتھ ہی حضرت مفتی جاوید احمد عنبر مصباحی بانی و سربراہ علامہ فضل حق خیرآبادی چیرٹیبل فاؤنڈیشن انڈمان کا شکریہ ادا کیا جن کے قدم کی برکت سے اس جزیرے میں اعلیٰ حضرت کا صحیح تعارف ہوسکا، بعدہٗ فاتحہ کی گئی اور سلام رضا پڑھا گیا، پھر حضرت مفتی صاحب کی دعا اور تبرکات کی تقسیم کے بعد ایک جم غفیر کے ساتھ حضرت کی قیادت میں علامہ فضل حق خیرآبادی رحمہ اللہ کی بارگاہ میں حاضری دی گئی جہاں حافظ صغیر صاحب نے اعلیٰ حضرت کی نظم کردہ لم یات نظیرک اور سونا جنگل رات اندھیری کو بڑے مترنم آواز میں پیش کیا جس سے ایک سماں بندھ گیا، اعلیٰ حضرت کی ذات اور آپ کی قلمی وتجدیدی خدمات کے حوالے سے مفتی صاحب کا مختصر خطاب ہوا، بعدہ مصطفیٰ جان رحمت کا نغمہ گایا گیا اور مفتی صاحب قبلہ کی دعا پر محفل اختتام کو پہنچی۔

بقیہ صفحہ ۲۷ پر

Monthly "Aala Hazrat" Urdu Magazine
84, Saudagran Street, Bareilly 243003-(U.P.)
Ph.: 2555624, 2575683-(Office)
Fax : 2574627 (0091-581)

R.N.P. NO. 6802/60 N.I.C.
POSTEL REGD. NO. U.P./BR-175/15-17
PUBLISHING DATE : 14th
POSTING DATE : 18th] EVRY ADVANCE MONTH
PAGES : 64 PAGE WITH COVER WEIGHT 80 GRM

Rs. 20/- Editor : Mohammad Subhan Raza Khan (Subhani Mian) Oct. - 2015

دعوت خیر

طالبان علوم نبویہ کے قیام وطعام، منظر اسلام کے تمام شعبوں کے عروج وارتقا، دارالافتا کے عمدہ واحسن انتظام، لائبریریوں کی آرائش وزیبائش، ماہنامہ اعلیٰ حضرت کی مسلسل اشاعت، رضا مسجد کی زیب وزینت، خانقاہ رضویہ کی تب وتاب اور عرس رضوی کے وسیع انتظامات میں دل کھول کر حصہ لیں۔

Printed Published & Owned by Mohammad Subhan Raza Khan "Subhani Mian" Printed at Raza Barqi Press, Moh. Saudagran Bareilly & Published at Office of Monthly Aala Hazrat 84, Saudagran Street Bareilly (U.P.)